لنگڑی کہانی

طویل نظم

شاہد زبیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لنگڑی کہانی

(طویل نثری نظم)

شاہد زبیرؔ

لنگڑی کہانی

شاہد زبیر

0323-8636111

زیر اہتمام۔ یوشع بکس

۶۹۔ نشیمن کالونی، ملتان

061-6512747

ٹائٹل گرافکس

جواد جوجی

کمپوزنگ: صلاح الدین، آکاش کمپوزنگ سنٹر، ملتان

0300-6393072

پرنٹرز: فیصل فدا پرنٹنگ پریس۔ ملتان

اشاعت اپریل 2013ء

قیمت 300 روپے

پبلشرز دستک پبلی کیشنز گول باغ۔ گلگشت ملتان

Cell: 0302-7766622(dastakpublication@yahoo.com)

پروفیسر ڈاکٹر خالد سعید

کے نام

نثری نظم کا اساطیری ملاپ

دنیا ایک لمبی عمر سے گذری ہے انسان کی دنیاوی سماجیات کی لمبی تاریخ میں، انسانی اعتقادات وتعلقات کا ایک بڑا حصہ قصے کہانیوں کی شکل میں موجود ہے جو انسانی ذہن کے ارتقا میں اس کی ساخت کے بدلتے رنگوں کے علمی انکشافات کا ذریعہ رہی ہے۔

دنیا کی تاریخ اور شاعری ہمیشہ نسل در نسل، یاداشتوں میں متشکل ہوتی رہی ہے، تعلیم وتدریس کے مراکز کا کردار محض ثقافتی جزو کے سوا کچھ نہیں رہا۔ عوامی نغمہ سرائی سب سے زیادہ مقبول ہو کر ثقافتی رویوں کا اہم ستون بنی، اعتقادات ہمیشہ مذہب کا سب سے زور آور ستون رہے ہیں اور داستان طرازی نے فرضی قصوں کی بنیاد پر اسے استوار کیا، جس طرح تمام مذہبی کتابوں میں قصوں کے ذریعے تعمیر وتبلیغ کی گئی اس طرح نسل در نسل لطف کو اصلاح کے ساتھ جوڑا گیا، یہ اساطیر آپ کو دنیا کی ہر زبان، ہر کلچر اور ہر ملک اور زمین پر بسنے والوں کی زبان پر نظر آتی ہیں۔ ایسی داستانیں ہیں جن میں بہادری کی ترغیب دی گئی ۔قربانی کے پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا۔

مذہبی کتابیں، کچھ کہی، کچھ ان کہی باتوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں، ان کا زبان و بیان نثری اور شاعرانہ ہے۔ بعض جگہ سیدھی سادھی نثر ہے اور کہیں نغمے ہیں، ایسی صورت بھی ہے جہاں یہ ملی جلی صورت ہے۔ زبور خالصتاً نغموں کی کتاب ہے، تورات میں نثری ہدایات زیادہ ہیں، انجیل تاریخی حوالوں کا گلدستہ ہے اور قرآن ایسا مرقع ہے جس کی زبان نثری ہے، لیکن ایک اسمیں ایک نایاب آہنگ ہے جسے قرات سے پڑھا جاسکتا ہے، ان کتابوں میں جابجا قصے ملتے ہیں، کچھ عقل کی کسوٹی پر پورا اترنے والے اور کچھ اشاروں میں کی گئی تنبیہات پر مشتمل ہیں۔ اس نثر اور نظم کے امتزاج نے نثری نظم کو بنیاد فراہم کی۔ مجھے نثری نظم کی اصطلاح پر اعتراض والوں کی عقل پر رونا آتا ہے، محمد علی کا نام محمد بخش ہوتا تو انہیں کیا اعتراض ہوتا، اگر ان کے نزدیک یہ نثری نظم نہیں ہے تو وہ اسے نظمی نثر کہہ لیں۔

شاعری ایک الہامی صورت ہے جس میں اچانک ایک خیال نغمے کی صورت پیدا ہوتا ہے اور اسے خالص حالت میں صفحہ پر اتار لیا جاتا ہے۔ بعض لوگ اسے وزن، بحر اور قافیہ کی کے تختے پر چڑھا کر

اس خالص خیال کی ترتیب کو مصنوعی طور پر آگے پیچھے کر کے اسے ایک نئی شکل میں ڈھال لیتے ہیں، ظاہر ہے انہیں یہاں کچھ نہ کچھ کھونا پڑتا ہے اور کچھ مصنوعی جکڑ بندیوں میں باندھنا پڑتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس کو دلہن کی طرح آراستہ کرنا ضروری نہیں، وہ کریں جن کو یہ کام بھاتا ہے اور داد بھی وصول کریں یہ ان کی محنت کا ثمر ہے لیکن Man Made اور God Made میں جو فرق ہے، وہ تو ہر حال میں موجود رہے گا...... میرا خیال ہے اگر کوئی شخص اچھی بات بغیر سرخی پاؤڈر لگائے کہنے میں کامیاب ہوتا ہے تو اس کے لیئے ادب میں جگہ موجود رکھنی چاہیئے۔ اس کا نام کچھ بھی رکھ لیں۔

پچھلے ساٹھ ستر سال کے تجربے نے اپنے پاؤں سختی سے جما لیئے ہیں، نثری نظم کہی جا رہی ہے لکھی جا رہی ہے، لوگوں تک پہنچ رہی ہے اور کم وبیش ملک کے تمام اعلیٰ ادبی جریدوں، رسالوں، اخباروں میں شامل ہیں۔ انہیں بڑھتی مقبولیت کے تحت روشن جگہ دی گئی ہے۔ اساطیر بھی ایسی ہی تاریخ ہیں، کہیں نثر، کہیں شاعری، کہیں وزن دار اور کہیں بغیر جھنجھٹ کے نغمہ 'پروز' عبارت میں کی گئی شاعری، میں نثری نظمیں لکھتا ہوں جو ملک کے اعلیٰ ترین رسالوں کی زینت بنتی ہیں اور اب تو شائد میری شناخت کا حوالہ ہی یہ اساطیری حوالے بنتے جا رہے ہیں بقول ساحر شفیق میں ایک متشدد معاشرے کی عکاسی کے لیئے روائتی سانچوں پر اکتفا نہیں کرتا۔ ڈاکٹر سید عامر سہیل نے کہا میری نظم بازگشت امصر کے اہرام، ہندو صنمیات کے کردار اور دیومالائی فضا نے بطور استعارہ نظم کے کینوس کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ سائرہ غلام نبی نے کہا کہ اظہاری اسلوب میں حوصلہ مند ہونے کے باوجود شاعر کے درون میں روح کے آشوب نے عجیب ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ خالد سعید نے لکھا، ''دنیا بھر کے قدیم ادب، مذاہب اور دیومالا میں نثری نظم کی ایک بھرپور اور توانا روایت موجود ہے'' رگ وید، یجر وید، اتھر وید، عہدنامہ عتیق سب بنیادی طور پر نثری نظمیں ہیں۔ شاہد زبیر کی نثری نظموں میں بھی ہمیں لفظ اور تمثال کی یکجائیت دکھائی پڑتی ہے۔ ڈاکٹر محمد امین فرماتے ہیں...... شاہد زبیر کی نظمیں تحیر، حسن اور افسردگی سے عبارت ہیں۔ یہی تین عناصر اس کے اسلوب کے عناصر ہیں، جن کے گردان کا لحن وآہنگ گردش کرتا ہے۔ شاعری دیتا ہے اور الگ منفرد آواز کی تشکیل دیتا ہے۔ فیاض تحسین نے کہا شاہد زبیر جناتی قوتوں کا حامل ہے اس میں فرق

صرف یہ ہے کہ جناتی عمل خود اس کے تابع ہے، جبکہ جن کچھ نہیں کرتا۔ وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے جس کے قبضہ میں اس کی جان ہوتی ہے۔ وہ اپنے ہی پروں پر سوار ہفت آسمانوں کی سیر کرتا نظر آتا ہے نت نئے رنگوں کی آمیزش سے تیار ہونے والی تصویروں کے کینوس کبھی ایک لفظ پر مرکوز ہو جاتے ہیں اور کبھی پوری کائنات کا احاطہ کرنے لگتے ہیں۔ ڈاکٹر مقبول گیلانی نے کہا کہ شاہد زبیر کی نظموں میں بے ساختہ سچائیاں موجود ہیں۔ نسبتاً طویل نظمیں سوچ کو متحرک کرتی ہیں جو زاویہ ابھر رہا ہے وہ وسیع کینوس کی سرگوشیاں کر رہا ہے۔ ان حوالوں کا مقصود خود نمائی یا اپنی ستائش نہیں بلکہ اس تاثر کا بیان ہے جس سبب میری اساطیری نظموں کو اعلیٰ ترین تعلیم یافتہ ادبی حلقے نے منظور کیا۔ جس طرح یونانیوں نے کچھ بے نام داستانیں گھڑیں اور پھر انہیں منظوم کر لیا، اسی طرح ہندوستان میں گھوم گھوم کر گانے والوں نے بعض افسانوں کو نسل در نسل داستانوں اور دیو مالاؤں میں تبدیل کر ڈالا۔ برہمنوں کی سماجی برتری کا ان داستانوں میں بھی بھرم رکھا گیا۔ البتہ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی داستانیں جن معاشروں کے لیئے لکھی جاتی ہیں ان میں معاشرتی رنگ شامل کئے بغیر لوگوں کی توجہ حاصل نہیں کی جا سکتی۔

معتقدات کے پیچھے ایک کہانی ہوتی ہے ہندوستان یونان، سب کی رزمیہ داستانوں کے پیچھے ارسطو اور افلاطون، چانکیہ موجود ہوتے ہیں، یہ انسانی زندگی پر شدید اثرات مرتب کرتے ہیں، Myths کلچرل DNA ہیں جو موجود نسلوں کے رسم و رواج، اجتماعی لاشعور پر اثرات انداز ہوتے ہیں۔ داستانوں میں اعتقادی ہیرو کی منزل اور کامیابی عموماً اجتماعی ہوتی ہے اور وہ بلائیں جن سے لوگ خوفزدہ ہوتے ہیں، ہیرو شکست دیتا ہے۔ عقل و دانش کے نئے ہدف مقرر کرتا ہے۔ یہ داستانیں دلچسپ ہیں، آج کے قاری کو ان کا تحیر ادبی ساخت، منطقی ترتیب اور بہتر تصویر کشی زندگی کے نازک اور متین جذبات اور مثالیت پسندی کو بھرپور طور پر متاثر کرتا ہے، تاریخ سے آگاہ کرتا ہے۔

اساطیری داستانوں سے واقفیت کے لیئے بڑے طویل اور گہرے مطالعے کی ضرورت پڑتی ہے، جس میں صنمیات، دیو مالا، تہذیب میں شامل دیوی دیوتا، فوق البشر سورما جن میں مذہبی عقائد کی بھی بھرپور معلومات ملیں، اپنے وقت کے معاشروں کا تفصیلی جائزہ پیش کرتی ہیں، یہ تمام نا معلوم سے نکالے

گئے فرضی حقائق کا نچوڑ ہیں، انسانی کارنامے خواہ وہ کتنے ہی بے سروپا ہوں، بشر کی نفسیات کی عکاسی کرتے ہیں، ان کہی اوران سنی باتوں کے اظہار کو ایک داستان میں پروکر Myths تیار کی گئی ہیں۔

شاعر کا کام یہ ہے کہ جو کچھ وہ دیکھتا یا پڑھتا ہے اس سے اپنی ذات پر مرتب ہونے والے اثرات کو اپنی تفریح، سکون یا ترکیئے کے لیئے کاغذ پر انڈیلتا رہے۔ اس عمل سے ادب کی مختلف شاخیں پیدا ہوئیں، کچھ لوگوں نے غزل لکھی، کسی نے نظم، کسی نے نثری کارنامے انجام دیئے، میں نے منیر نیازی کو پڑھتے ہوئے جانا کہ انسان کے اندر جتنے خوف بستے ہیں وہ اسکے لاشعور سے نکل کر جب شعر میں ڈھلتے ہیں تو وہ اساطیری نظمیں بن جاتی ہیں، جو شخص ان اساطیر سے واقف نہیں وہ نہ تو ایسے اشعار کہہ سکتا ہے اور شائد نہ ہی بہتر طور پر جان سکتا ہے۔ اب 'نظم' لفظوں کو خوبصورت شکل میں پرونا ہے۔ میرا خیال ہے اسے زیادہ سے زیادہ خالص رکھا جائے۔ جبھی میں نے غزل کو چھوڑ کر نثری نظم کو اپنا لیا۔

مذاہب اور اساطیر کے مطالعے نے میرے اندر ایک خاص خوبصورتی پیدا کر دی جس کی پورے ملک میں بے حد پذیرائی ہوئی۔ سو میں نے مختصر نثری نظمیں لکھتے لکھتے، کچھ طویل اور کچھ انتہائی طویل نظمیں لکھیں۔ اساطیر کو نثری نظم میں لکھنے کا میں نے پہلا تجربہ "بازگشت" کے نام سے کیا اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اسے سراہا۔ جو لوگ اساطیر سے واقف تھے، ان کے نزدیک وہ تاریخ میں نیا Land mark بنی اور نئی طرز کا بانی تک قرار دے دیا۔ انکساری کو ایسے انعام کی ضرورت نہیں ہوتی البتہ ایسی آراٗ حوصلہ ضرور بڑھاتی ہیں۔ اس سے تحریک پا کر ایک نئی طویل اساطیری نثری نظم "لنگڑی کہانی" لکھی جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ مجھے یقین ہے اسے پڑھتے ہوئے آپ لطف پائیں گے اور توجہ ادھر ادھر لے جانا، کم ہی ممکن ہوگا۔

شاھد زبیر

69۔ نشیمن کالونی بوسن روڈ، ملتان

اپریل ۲۰۲۱ء

لنگڑی کہانی

حت حوریاں اپنے اپنے شہروں سے

نومولود کی تقدیر معین کرنے آئی تھیں،

چھلانگیں لگانے والا کتا،

کسی آزار کو پیدا کرنے سے قاصر تھا

انہوں نے نئی روح کے پاؤں پیٹے

معتبر رفیق نے جو مصر سے آیا تھا،

اجازت دے کر ہاتھ بلند کیا،

تب لوگ خوش ہوئے،

انہوں نے شہزادی کا

بدن چوما، اس سے بغل گیر ہوئے،

سانپ اپنی کمر کے بل لیٹ کر،

سو گیا،

پری (سورج دیوتا) نے اپنی نشست سنبھال لی

ہلائی کے موسم کی اطلاع دیدی گئی تھی،

بیج لینے گھر آنے والے نے بڑے بھائی کی بیوی کو

بال سنوارتے دیکھا اور بیج طلب کیا،

جب وہ گودام سے بیج لے کر نکلا تو

بھاوج نے پوچھا، کتنا وزن لادلیا ہے تم نے کاندھوں پر

میں دیکھتی ہوں کہ تو کس قدر طاقت ور ہے،

میں تیرے لیئے اچھے اور نئے کپڑے بنواؤں گی گر تو

مجھے سیراب کردے،

چھوٹے بھائی نے کہا کہ تو فاحشہ ہے،

شائد میرا بھائی بیمار ہے،

حت حوریوں نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا،

یہ سزا دینے والے چاقو سے ہلاک ہوگی

نیک اور پارسا مرد، اگر احترام آدمیت پر ہوں تو

ان کی لاشوں کو متبرک سمجھا جائے

تبلیغ اور تانیں وضع کرنے کا اختیار

اُسارُ کو دے دیا گیا

اسار نے شہر، عبادت خانے، بنوائے،

دیوی دیوتاؤں کے مجسمے بنوائے،

مذہبی رسومات کی ادائیگی کے اصول دیئے گئے

دو بانسریاں ایجاد کیں جن سے مذہبی گیت

بجائے جانے ضروری تھے،

وہی اسار جس کی تاریک مملکت سے

لوگ خائف رہتے، خوف ناک تصور کرتے تھے،

چند ہی صدیوں میں لاثانی مقبولیت سے ہمکنار ہو گیا،

وہ شمسی و قمری صفات کا دیوتا بن گیا،

وہ زمین کو شفاف تانبے کی طرح منور کر دیتا

جب وہ دھرتی پر عام انسانوں کی طرح اترا تو

اپنے بھائی کے ہاتھوں، قتل ہوا،

لاش کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے گئے،

اس کی بیوی نے ان ٹکڑوں کو جمع کیا،

اس پر نوحہ خوانی کی، اسے دوبارہ زندہ کر لیا

اس بار اس نے دھرتی پر رہنے کی بجائے،

عالم آخرت میں جانے کو ترجیح دی جہاں

نیک روحوں نے اس کا استقبال کیا،

وہ پہلی ارضی ہستی تھی جس کو آسمان پر لے جایا گیا،

وہ تاریخ عالم کا پہلا نجات دہندہ ہے،

وہ مرنے والوں کو نجات سے، سرفراز کرتا ہے،

عالم ممات کے مرنے والوں کا منتظر رہتا ہے کہ

انہیں دوبارہ زندہ کر سکے، جنت عطا کر سکے،

عیسیٰ سے تین ہزار سال پہلے، وہ قتل ہو کر

زندہ ہو گیا تھا،

اب وہ سب لوگ اس کے تھے،

جو اس کے پاس آتے تھے،

جو دھرتی سے ہجرت کرتے تھے اور مر کر

اس کے حضور حاضر ہوتے تھے،

اس سے باہر کوئی نہیں تھا،

دھرتی سر پر اٹھا کر نگارخانے کا بیل

باہر نکل آیا ہے،

سورماؤں کے پاؤں شل ہو گئے ہیں،،

اس نے زمین کی اطراف میں،،

دھول کے پیوند لگا دیے ہیں،،

اس کی آنکھوں کی لال روشنی،،

کرچیوں کی طرح، اڑتی پھرتی ہے،

نیزے بن کر، چھاتیوں پر گرتی ہے،

اس کے سامنے ٹھہرے ان گنت جسموں میں،

صرف چند روحوں کی جان بچی تھی،

لوگوں نے ان کی لاشیں، اٹھا کر،

نحوست کی گلی میں پھینک دی ہیں،

جہاں کوئی نہیں جاتا،

وقت کے ساتھ، نعشوں کا تعفن

دھیرے دھیرے اپنی شناخت کھو کر،

ہوا میں ضم ہو جائے گا،

ان سے نفرت نہ کرو،

یہ تازہ کھانے کا وسیلہ ہیں،

ان سے بہتر جو،

جو جھوٹے کھانوں، باسی روٹیوں کے ٹکڑوں پر

پلتے ہیں،

نحوست کی گلی پر تیرتی فضا میں،

کچھ ولی، چہل قدمی کرتے ہیں،

انہیں پانی اور ہوا پر چلنے کی شکتی

عطا کی گئی ہے

وہ ہوا پر تیرتے ا مکڑی کے جالوں پر، جاگتے ہیں

جو گناہوں سے پاک قرار دیے گئے

ایک وہم نے ان کی زندہ نیند کو

جلا کر راکھ کر دیا ہے،

ان پر چپ رہنا لازم کر دیا ہے،

عدم وجود کا سفر جلد ا گیان پر کائی اگا دے گا،

وہ بھول جائیں گے کہ روٹی اور پانی کا مطلب کیا ہے،

جیتی جاگتی، شہوت کی پہچان کھو دیں گے

وہ جوتوں کی ٹھوکروں سے سمجھوتا نہیں کریں گے

ایڑھیوں میں اگتی آگ پر بے حس ہوں گے،

اس سے پہلے بھی بہت کچھ ہو چکا ہے،

کئی لوگ اس سے پہلے بھی اس راہ سے

گذر گئے ہیں،

وہ کہتے ہیں، ہم ابھی ڈھونڈھ رہے ہیں کہ کون

دے سکتا ہے اور یہاں بھی نصیب سے

کس کی یاوری ہوگی،

میرے پاؤں جانتے ہیں کہ یہ میں ہوں،

تلووں تلے جلنے والی ریت نہیں جانتی

مسافر کون ہے،

اوپر تو روشنیوں کی صرف پسلیاں باقی بچی ہیں،

کرنیں، تھنوں میں داخل ہو کر،

دماغ کی دیوار کے پار اتر جاتی ہے،

جس کے اوپر ایک قالین بچھا ہے۔ جس کے اوپر

ہوا، دھول بن کر ٹھہری ہے، نیچے

چیونٹیاں گھڑی کی، سوئیاں گھسیٹ رہی ہیں،

سفر تمام کرنے والوں کو،

دنیا کے جہنم میں دوبارہ دھکیلا جائے گا،

ایک اعزاز کے ساتھ اب ان کو

کھوج کا کام سونپ دیا گیا ہے

میں نے کئی روپ دھارے ہیں

مجھ کو اس کے راز میں جانا پسند ہے،

عالم ہو میں، سایۂ دیوار کے آگے گیا ہے،

رنج دل میں کھینچتا، کئی جنموں سے گذرا ہوں،

مگر ہر بار، شام کی تنہائی تھی،

ایک میدان میں اکلوتا درخت تھا اور میں

کسی غائب کے سامنے، سرنگوں،

آنکھ کا ہونا کیا تھا، ہاتھ کیوں لگے تھے،

یہ سورج چاند کا کھیل، اندھیرا اجالا
زندگی کی خواہش، موت کا کھیل
فنا کا خوف، ثبات کی آرزو نے مجھے
فلک کی قید سے آزاد نہیں کیا،
کچھ منزلیں، میں نے اپنے وجدان سے
سر کرلیں مگر ہر بار ایک گہری حیرت،
میرا مقدر ٹھہری،
میں نے کئی بار از سرِ نو،
اپنے ذہن کو ایک آزاد سفر کے لیئے
تیار کیا جو مجھے ہر بار
نئی دنیاؤں کی سیر پر لے گیا،
میں نے سفر سے پہلے، خیالات کی
پرانی دنیا کو خیر آباد کہ دیا تھا،
ذہن کو اپنی مرضی کا سفر اختیار کرنے کی اجازت دی،
آنکھیں بند کرلیں تا کہ میری روح، بینائی سے نکل کر
تاریکی میں انگڑائی لے کر جاگے، پھلے پھولے،
میں نے جانا کہ میں پہلے ایسی زندگی کبھی نہیں،
جیا تھا،
افق کو افق سے ملادینے والے راستے، جن میں

کوئی ہمسفر نہیں تھا، ہر بار نیا راستہ دکھاتے،
تھکا کر، واپس لے آتے، جہاں ایک اور نشان ملتا
میرے پہلے قدموں کے نشان کے سامنے
مجھے وہ صندوق یاد ہے جو میں نے خدا کے لیئے بنایا تھا،
اس کے اندر باہر سونا، منڈھا تھا،
سوختنی قربانی کا مذبح کیکر کی لکڑی سے بنایا، جس کو
پیتل سے، منڈھا گیا تھا،
دیگیں، بیلچے، کٹورے، انگیٹھیاں سب
پیتل سے بنائیں، مگر میری نظریں،
اس خیمے پر تھیں، جس کے اندر
وقت کی حسینائیں ٹھہری تھیں اور ان کے
گرد کتان کی باریک لہر، ہوا سے گنگناتی تھی
نظارے کی تاب نہ لا کر، کمرے میں بیٹھے لوگ
یکا یک، منہ کا نہیں بلکہ ہاتھوں پیروں کا استعمال
کرنے لگے تھے،
ایک دوسرے کے خاندانوں کی عورتوں کا
قصیدہ پڑھا جارہا تھا،
کچھ لوگ ایک دوسرے پر، کرسیاں اچھالنے کی
کوشش میں مصروف تھے،

میں نے دیکھا، میں کوئی خواب نہیں دیکھ رہا تھا،
کمرہ اس دھما چوکڑی میں واقعی
اپنی سیٹنگ کھو چکا تھا،
ہر شئے درھم برھم تھی،
لنگڑی ہوئی کرسیاں، ایک دوسرے کا منہ دیکھ
رہی تھیں،
میں نے دیوان پر پڑے تولیئے سے، اپنے چہرے کی
کسی تصوراتی چیز کو پونچھنا شروع کر دیا،
اپنے پچھلے حصے کو ہلا کر، اطمینان کیا کہ
وہ ہوا میں لٹکا ہوا نہیں ہے اور میں
فرنیچر کے زمرے میں آنے والی کسی چیز پر ٹکا ہوں
تھوڑی ہی دیر میں کمرہ بے معنی باتوں سے
گونجنے لگا،
آخری بات جو میں نے سنی،
یہ تھی کہ اگر کوئی موقعے سے غائب ہو جائے تو
اس کا کیا بھروسہ،
میں شائد غائب ہو گیا تھا

جادوگر سات دن، بغیر سانس کے

زمین کی پہلی تہہ میں ٹھہرا رہا،

اس نے اپنا ہاتھ لمبا کر کے،

بڑے منہ والے مگرمچھ کے پیٹ سے

بارہ کڑیل جوان برآمد کر لیے

اور کنیزوں سے مباشرت کے

الزام میں، انہیں زندہ کر دیا،

ان کے سامنے، ایک ہزار روٹیاں،

شراب کے دو تالاب اور ایک نقاشی برتن میں

ایک ساحری خوشبو پیش کی کیونکہ

وہ وقت کی سب نیک روحیں تھیں،

جادوگر ایک عمر سے، اس بدقماش ساحرہ کا

متمنی تھا جو لوگوں کے دِلوں کو اپنے حسن سے

مسخر کر لیتی تھی

وہ خوف سے اسے زمین کے اوپر لے جا کر

بادشاہ سے دشمنی لینے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا

اس نے ملکہ کے اندر ایک چڑیل کی روح داخل کر کے

زندہ کر لیا۔

جادوگر نے اس سے پوچھا، کیا تم مجھ سے شادی کرو گی
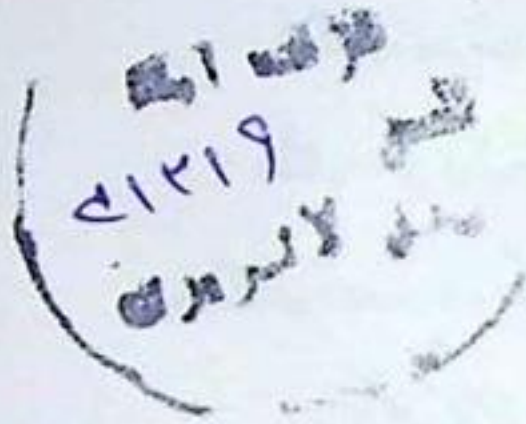
ملکہ نے شرط رکھی کہ وہ اسے زمین پر جانے دے گا
ایک وقت مقررہ پر عہد کی تکمیل طے پائی،
ملکہ کو اب تہہ زمین ہی زندگی گذارنی تھی،
وہ نہیں جانتی تھی کہ جادوگر 'ساحراعظم' ہے،
جسے کتاب ریت نے زندگی دی تھی اور اسکی جھولی
ہر قسم کے منتروں سے بھر دی گئی تھی،
پیدائش و خروج میں اس کا نام، 'ساحراعظم' کے طور پر
ششدری کے منتروں سے پہلے لکھا جاتا تھا،

ملکہ کے ہاں جلد ایک بچے نے جنم لیا جسے
ساحراعظم لے جا کر زمین کی تہہ سے
پھوٹتے چشمے میں پھینک آیا،
وہ جب بھی نیا بچہ پیدا ہوتا، اسے یہیں
پانی میں دفن کرتا،
تب اس کے چہرے پر طمانیت بھری
مسکراہٹ پھیل جاتی کیونکہ ہر بچے کی شکل
بادشاہ سے ملتی تھی،
اس کی بیوی، اس کی اس خوفناک عادت کے متعلق

کبھی سوال نہ کرتی تا کہ وہ ایک
اچھی بیوی ثابت ہو اور اسکا شوہر اسے ایک دن
اس دنیا سے نکال کر تتھ کے اوپر لے جائے
نفرتیں ہمیشہ عورتوں کے جگروں میں پلتی ہیں،
کسی کو نظر نہیں آتیں، جادوگروں کی رسائی
محض دلوں اور دماغوں تک ہوتی ہے

بادشاہ' ملکہ کی جدائی میں جب لاغر پڑ گیا
اس نے کتاب لکھنے والے سے کہا
'ساحر اعظم' کو اس کے حضور پیش کیا جائے،
پھر حکم دیا کہ میرے لیئے
تفریح کا سامان پیدا کرو،
وہ اسے پہاڑ کی چوٹی والی نیلی جھیل پر لے گیا جہاں
زندگی، مسرت ایک خوشحال گھرانے کی طرح
بہہ رہی تھی،
اس نے ملاحوں کی جگہ حسین عورتیں متعین کیں،
جن کے بدن آبنوسی اور چھاتیاں سخت تھیں،
جب وہ صندل کی لکڑی کے چپوؤں سے کشتی کھیتیں تو
نیلی دھاروں کے ساتھ، سانسوں میں خوشبو پھیل جاتی

بادشاہ نے کھلے سوراخوں والی جالیوں کے پیچھے، انہیں

لباس سے آزاد ہونیکا حکم دیا،

لڑکیاں جنہوں نے ابھی بچے نہیں جنے تھے،

بادشاہ کا دل خوش کردیا،

وہ ملکہ سے غم سے چھٹکارا پا گیا اور یہاں کی

قائد دوشیزہ کی سنہری زلفوں میں الجھ گیا

جس نے اس کی خدمت میں مچھلیوں کا

گوشوارہ پیش کیا

قوسین میں لکھی ہوئی عبارتیں،

کہانیوں کو آلودہ کردیتی ہیں،

کتاب ریت کے منتر جاننے والے

کتاب مقدس کے عہد نامہ قدیم میں جگہ پا گئے

عقل سے ماورا اتری داستانوں میں

پرانے جادوگر پیدائش اور خروج میں

جگہ پاتے ہیں، 'ساحر اعظم' کا شجرہ بناتے ہیں

مقبروں میں نت نئی خوشبوئیں جلانے کا

مقابلہ ہوتا ہے، جو زندگی، خوشنمائی اور دعاؤں کی جگہ

کارگر ہے،

دریا کی دیوی کو، ایک دھارے کی شکل میں،

ہزاروں میل کا سفر طے کر کے، سات ہزار بچوں کو

جنم دیتا تھا،

زمین پر پیدائش ان پر ممنوع تھی، ساتواں بچہ

پیدا ہوتے ہی، دیوی کو نجات دلا کر،

سورگ میں بھیج سکتا تھا،

زمین پر ملاپ کی زندگی، بڑے کینوس پر

تجرد کی زندگی ہے،

یہاں پیدا کیے گئے بچے، استروں کے استعمال میں،

ماہر ہوتے ہیں، ذہنی اور روحانی خوبیاں پاتے ہیں،

کسی نہ کسی کو ولی عہد مقرر کر کے، غائب ہو جاتے ہیں

لیکن جاتے ہوئے سفید سونا ساتھ لے جاتے ہیں

دلکش چھاتیوں والی عورتیں چھوڑ جاتے ہیں جو

مہین کپڑے پہن کر، قائد لڑکیاں کہلاتی ہیں

ملاکیت پہنتی ہیں، چپو تھام کر، مچھلی کی شکل کا زیور

سر پر سجائے، گنگناتی ہیں،

جھیل کے پانیوں کو نصف بانٹ کر،

تہہ کر دیتی تھیں

ماہی گیروں کی بیٹیاں، ازل سے، مسافروں کو

آسائش مہیا کرتی ہیں، ہیجان کا دریا پار کراتی ہیں،

مسافر عہد توڑنے والے ہوتے ہیں،،
سوئمبروں کے لیئے شاہزادے، مہ جبینوں کے لیئے،
دور دراز کے محلوں کا رخ کرتے ہیں،،
ہر کوئی طاقت کے بل پر، ایک دوشیزہ،
جیتنا چاہتا ہے،،
وہ لڑکیاں، رتھ میں ڈال کر، فرار ہو جاتے ہیں،
تعاقب کرنے والے باپوں کی گردنیں مار دیتے ہیں،
موذی مرض، تعاقب میں ہوں تو کسی کو نظر نہیں آتے،
لمبی عمر پانے کے لیئے ایک سو دس سال کا ہندسہ،
آرزو کے استعارے پر پورا اترتا ہے،،
بوڑھے ساحروں کی صحت، بڑھاپے میں بھی،
اچھی غذا پر قائم رہتی ہے
وہ ببر شیروں کو رسہ باندھے بغیر، پالتو جانوروں کی طرح
اپنے پیچھے چلانے پر قادر ہیں،،
مندروں میں، خفیہ کمرے، دیوتاؤں کی قربان گاہیں ہیں،،
ان پر عقل و دانش کے تالے ڈالے جاتے ہیں جو انہوں نے
تاریخ سے حاصل کیئے
لڑکیاں، خاندان کی بقا کی التجا کرتی ہیں، کوئی انہیں،
مہلت نہیں دیتا تا آنکہ وہ ایک کفارے کے دورسے،

گزر رہے ہوں،

ان دنوں میں وہ عورتوں سے رجوع نہیں کرتے، صرف ان کی پشتیں تھپتھپاتے ہیں،

گپت کمروں میں قربانیوں کے مکمل ہوتے ہی وہ حکمانہ لہجے میں

حکم دیتے ہیں کہ لڑکیوں کو تیار کیا جائے،

ایک لڑکی، اپنے کپڑوں، رنگت اور کھردرے بالوں سمیت

پجاری کے بستر پر لیٹ گئی تھی،

نفرت سے اس نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں،

ہم بستری کے نتیجہ میں، اس کے ہاں

ایک اندھا، پروہت پیدا ہوا تھا، حرامی،

بیٹے کی محبت جسم میں چھپے گوشت، عضلات،

نسوں اور گودے تک محسوس ہوتی تھی

اندھے پروہت نے کسی منظم دینی تنظیم کے بغیر

خطرناک حد تک، اپنی اجارہ داری کی،

نظامت قائم کر لی،

وہ فاصلوں کو سمیٹ کر، اتحاد اور ہم آہنگی کو

اپنی طاقت سے جوڑ سکتا تھا،

یہ شکستی اسے اندھے پن کے عوض میں

دان کی گئی تھی،

اس نے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دی تھی

جس میں، انسانی، نسوانی، شہوانی اور

مادی خواہشات کو تکریم عطا کی جاتی،

اس نے عورتوں کو راہبہ بنانے کی اجازت

عطا کر دی،

وہ اپنی مرضی کے پروہت کے ساتھ،

زندگی بسر کر سکتی تھیں

وہ کہتا تھا، اگر عورتوں نے اس سے اجازت طلب نہ کی ہوتی

تو اس کی اچھائی کا بول بالا،

ایک ہزار سال قائم رہتا،

اس نے زندگی کے نظام میں، اپنے ٹونوں کے ساتھ

شرک پرستی، اوہام پرستی، ضعیف الاعتقادی اور

توہمات کی آمیزش کر کے، زندگی آلودہ کر دی،

اس نے سب کو اپنی ذات کے متعلق

سوچنے پر مجبور کر دیا

لوگ کہتے تھے کہ وہ اس کی دانش مندی کے

قائل ہو چکے اور وہ زمین پر غائب کا حاضر ہے

اس کے پاس حیرت انگیز، کمالات تھے،

وہ ایک سو دس سال کی عمر میں،

پانچ سو روٹیاں اور گائے کی ایک ران

کھا سکتا تھا،

شراب کی لمبی گردن والی، ایک سو صراحیاں

پی جاتا تھا،

وہ کٹا ہوا سر دوبارہ جوڑ سکتا تھا،

اسے معلوم تھا کہ ببر شیر کو کس طرح

ڈوری زمین پر لٹکا کر، اپنے پیچھے چلنے پر

مجبور کیا جا سکتا تھا،

اسے قربان گاہ کے کمروں کی تعداد اندرونی نقش و نگار سمیت

پوری طرح سے ازبر تھی،

بادشاہ اس کے گپت کمروں کی تلاش میں رہتے تا کہ

اپنے افق پر وہ ویسے ہی کمرے تعمیر کر سکیں،

سو سال سے زائد عمر پانے والا، پروہت

ایک شہزادے کا روپ دھارے، آبنوسی کرسی پر بیٹھا

خشکی کا سفر کر رہا تھا،

قافلہ ایک جگہ روک دیا گیا، جہاں ایک گھر کی دہلیز پر

ایک خاک آلود شخص دہتیر چٹائی پر لیٹا تھا،

خادم اسکے پاؤں کی مالش میں جُٹے تھے،

شہزادے نے کہا، تیری حالت ایسی دکھائی پڑتی ہے

جیسے تجھے کبھی موت نہیں آنے کی،

میں نے اپنی آدھی عمر تیری تلاش میں گذار دی ہے،،
تیری قرب کو خوشبو آج مجھے یہاں کھینچ لائی ہے،،
میں تیرے ارد گرد بادشاہوں والی نفیس غذائیں دیکھتا ہوں،،
مجھے یہ تیرے مردہ عزیزوں کا ترکہ لگتا ہے جس پر۔
زوال نہیں آیا،،
مگر میرے وجدان نے اطلاع دی ہے کہ تو اپنے حصے کے۔
ایک ہزار سال گذار چکا،،
اب تیرے بڑھاپے، مرنے اور حنوط کیئے جانے اور۔
دفن کرنے کا وقت آگیا ہے،
دنیا میں کوئی اور اس کا متحمل نہیں کہ تیری روح کو د
مزید نو سو سال روحانی شکل میں زندہ رکھ کر۔
انسانوں میں سکونت اختیار کرے، میرے بزرگ
مجھے اپنی روح عطا کر، مجھ میں حلول کر،،
میں تیرے مقبرے میں رکھنے کو کتابوں سے بھری ایک کشتی
ساتھ لایا ہوں تا کہ ہماری اگلی ملاقات تک،
شاداں، فرحاں اور مصروف رہ سکے۔
اس نے پوچھا، عمر خضر کے بدلے مجھے تجھ سے
صرف ایک سوال کرنا ہے کہ کیا فی الواقعہ
عقلی مذہب کی مانگ موجود ہے، اور اگر ہے

تو تجھے اس کی تلاش ضرور ہوگی،

میں تجھے جانے سے پہلے بتا سکتا ہوں کہ

مذہب کی عقلی مانگ کو عقل کی غلاظتوں میں

غسل دیئے بغیر، موہوم، کبھی نہ سمجھ میں آنے والا

بنایا جا سکتا ہے،

مجھے میری کشتی اور کتابیں، پیش کر،

اسکے عوض میں تجھ پر اپنی کھال نچھاور کرتا ہوں،

پروہت جب سفر سے لوٹا تو اس نے لوگوں کو بتایا

وہ اپنی پہلی چمڑی ترک کر چکا ہے،

وہ اپنے ساتھ ایک عظیم پیغام لایا ہے، جوان دیکھے مرشد نے

اُسے عطا کیا ہے۔

وہ مرشد، روشن ضمیر علم و عمل میں کامل، ذات بابرکات

جگتوں کا واقف حال، بے نظیر

گمراہ بنی نوع ارواح اور دیوتوں کا گورو ہے

وہ کہتا ہے، یہ جہان دکھ ہے،

پیدائش دکھ ہے، عارضہ دکھ ہے، اندوہ وغم دکھ ہے،

آہ وزاری دکھ ہے، بدمزہ کے ساتھ ملاپ دکھ ہے،

پیاری چیزوں سے مفارقت دکھ ہے، ناکام خواہش دکھ ہے

اور میں ہوں نجات دہندہ، سو تم

میری طرف رجوع کرو میں تمہیں، ریت، سے

مالک تک لے جاؤں گا

تم تشنگی کھو کر، لطف کی دنیا میں داخل ہو سکے

تمہیں دوسری پیدائش عطا کی جائے گی، تم

نابودگی پر فتح پاؤ گے، تمہارے دکھ کا ناش ہو جائے گا

جسم، احساس، تفہیم، تحت الشعور، شعور

ساری کی ساری حالتیں عارضی ہیں،

ان کی جڑیں تشنگی کی جڑ میں گڑی ہیں،

اس سے ہوس، جاہ، ہوسِ شہرت اور ہوس لذات

پیدا ہوتیں ہیں،

جب پیاس مٹ جائے گی تو

دکھ بھی ختم ہو جائے گا

لفظ ہمیشہ بھوکے ہوتے ہیں، جنہیں محض

عقل سے جانا جا سکتا ہے،

ان کا مقام آکاش ہے

اور یہ فانی نہیں ہوتے

بولنے اور سننے کا فعل، لمحہ لمحہ میں غائب ہو جاتا ہے

زبان ایک ایک حرف میں قائم ہوتی ہے،،

حرف کے ادا ہوتے پر زبان کا فعل ختم ہو جاتا ہے

یعنی صرف فعل ہی ماضی ہے، لفظ نہیں

لفظ جب تک بولا نہ جائے، غائب رہتا ہے

جب بولتے ہیں تو حاضر ہو جاتا ہے

لفظ تو آکاش کی طرح ہمیشہ سے غیر فانی ہے

اسکا ظہور دوسروں کے لیے ہے

کسی شے کو بتانے والا لفظ ہمیشہ سے زندہ رہتا ہے

سو تم مجھے لفظ سے پہچان سکتے ہو، مجھ

ایشور کا نام دے سکتے ہو

ایشور کے بنائے ہوئے غیر فانی ویدوں کی

سب کو ماننی چاہیئے

میرے لفظوں کی تشریح اس طرح ہے

تمام مقدمات میرے قانون کے مطابق میرے حضور پیش کیے جائیں

نا انصافی کو گھائل کرنے والا ہی سچا شیطان ہے

موت کے بعد ہر شخص کے پران میرے سپرد کیے جائیں

تا کہ ان کو دوسرے لباس دیے جا سکیں

قابل مذمت کی مذمت سے میں بری الذمہ ہوں

نیک روح کی سلطنت دلدل میں غرق کر دی جائے

بانجھ عورتوں کے بچوں کو میری وراثت کا حصہ دار سمجھا جائے

زمین میں چھپے خزانے میرے ہیں، ان کو تصرف میں لانے کے لیئے

میرے نمائندوں کی اجازت ضروری ہے

بادشاہ یعنی مجھ کو استثنا حاصل ہے اس سے کسی قسم کا

کوئی سوال نہیں کیا جاسکتا۔

بادشاہ کو گواہ نہیں بنایا جاسکتا

صرف اس عورت کی گواہی قبول ہے جو

میرے حرم سے پاک ہو کر نکلی ہو،

بادشاہ سے جھوٹ بولنے والا زنجیروں میں جکڑا جائیگا

یہ سزا سو جنموں تک ہوسکتی ہے،

جسے کوئی نہیں دیکھتا، اسے میں دیکھتا ہوں،

راستی پر گواہی دینے والوں کو کتوں کے آگے ڈالا جائیگا

مقروض کا ضامن، اپنی جائیداد سے قرض ادا کرے گا

بادشاہ اگر کسی حماقت کی وجہ سے غلط فیصلہ کردے تو

دشمنوں کی گردنیں قطع کرسکتا ہے،

نیکی کی راہ پر وقف کی گئی رقم یا قربانی کے لیئے

پیش کی گئی عورت پر، پہلا تصرف بادشاہ کا ہے

مویشی کے مرنے پر، اس کے کان، کھال، دم

تھن، رگیں اور پتے کی پتھریاں مالک کو دی جائیں

یہ اور ایسی باتیں، ہوا کی کھال پر لکھ دی گئی ہیں

ضرورتمند استفادہ کر سکتے ہیں،

مگر ہم کیا کریں، ہم تو، ہوا پر لکھی کہانیوں سے

محسوسات میں داخل ہو کر، مطبوعات پر ٹھہر جاتے ہیں

یہ نہیں جانتے کہ وہ جس سے نہ کوئی پیدا ہوا اور

نہ وہ کسی سے پیدا ہوا،

اس کی حقیقت کو ٹٹولنا، علم سے محیط، نقطہ تلاش کرنا ہے

مفروضات کے مفہوم، کئی اقوال سے جڑ جاتے ہیں،

ان کی نسبتیں، نہ دکھائی دینے کے سبب

فاصلوں میں قائم کر دی جاتی ہیں

سامری، عاجز مردہ ہے،

بننے اور بگڑنے والی چیزوں کا دستور الگ ہوتا ہے،

عالم زمانہ، اس مضبوط رسی کی مانند ہے

جس کے آگے بکری باندھ دی جائے

جس کی حرکت ڈھیل کے مطابق ہوتی ہے

افعال، مکافات کے سوا کچھ نہیں

مادہ تو صورتوں میں گرفتار ہو کر،

ہیر پھیر کرتا رہتا ہے، پکڑتا چھوڑتا رہتا ہے

عوام کے اقوال نہایت بھونڈے ہوتے ہیں

غوروفکر کی حرمت کے اقوال کی اصلاح

واجب ہے،

قدیم یونانی، خیالات میں، ہندوؤں سے جڑے ہیں،

انسان کو پتھر اور جمادات پر کوئی فضیلت نہیں،

علت اول کے وسط، وہ بھی جماد ہی ہے

صوفیا کے حکم، سیفو کے سوف سے جڑے ہیں

نفوس، بدن اختیار کرنے سے قبل اپنا وجود رکھتے ہیں،

اجنبی ہوکر بھی، ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں،

باکمال انسان، عزت کے مستحق ہیں،

وہ آخر میں جاکر 'آلہ' سے مل جاتے ہیں

فنون میں کامل مشق، ان کو مہارت عطا کرتی ہے

بقراط، اپنی ایجاد میں ڈیونوسیوس سے بہتر تھا اور

دیمیطر، دیونوسیوس سے کہیں افضل

دیوتا، یعنی ہر بزرگ قابل عزت ہے،

اللہ جس کو، اس قابل سمجھتا ہے، فرشتہ بنا دیتا ہے،

آنے والی کتاب میں اسے محض ہذیان لکھا گیا،

بنی الوہیم، طوفان سے قبل انسان کی بیٹیوں کی طرف اترے

ان کے ساتھ میل جول کیا، پھر

شیطان، بنی الوہیم کے ساتھ ان کے مجمع میں داخل ہوا

زمین کے دوسرے سرے پر،

بشن نے اپنی ہی ذات کو زمین بنایا تا کہ

حیوان اس پر ٹھہرے،

اپنی ہی ذات کو پانی بنایا تا کہ

ان کی پرورش کرے،

اپنی ہی ذات کو آگ اور ہوا بنایا تا کہ

ان کو بڑھاتا اور پیدا کرتا رہے، مگر

رموز چھوڑ کر، تحقیق کرنے والے پرش کہلائے

ایسے لوگ نفس کو زندگی کے سوا کچھ اور نہیں جانتے

مہا بھوت آگ کی تاثیر کی نچلی سطح سے متصل ہو کر

گرم خشک جسم پاتے ہیں، مشتعل دھویں سے پیدا ہو کر

ساحروں کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں

وہ ایسی ہستی ہیں جو بیک وقت

انسانوں اور دیوتاؤں کا مرکب ہے،

نیم انسانی، نیم الوہی، جو مر سکتی ہے

دوبارہ زندہ ہو جاتی ہے،

یہ سب کے سب، اسار دیوتا جیسے ہیں

حیرت کا سبب ہے کہ یہ مخلوق، مصر کے معبود اور

عراقی مردوک سے مشابہت رکھتی ہے

زندگیاں بھی زمین پر دوہری زندگی بسر کر سکتی ہیں

جنگلوں اور راکھشس کا باہمی میل،

خوف، درندگی، قتل، شب خون اور غارتگری سے جڑا ہے

جہاں ننگ دھڑنگ، راکھ آلود، سادھو،

ننگی چڑیلوں کے گرد، دائرہ باندھ کر،

اندھا، دھند رقص کرتے ہیں،

قلابازیاں لگاتے، اپنے پیلے دانت، ان کی

گردنوں میں پیوست کرتے ہیں،

بہنے والی خون کی دھاریوں کو بدن سے چاٹتے ہیں

قتل اور دیوانگی کی حدیں سکڑ کر ایک ہو جاتی ہیں،

روحانی کشمکش کی متحرک، صورتحال تشکیل کرتی ہیں،

میں نے دوستووسکی کی وہ ہیبت تخلیق کر لی ہے، جو

اپنے وجود میں خیالی تھی، میں نے ایک بلاخیز

کشش رکھنے والی روح بھی تشکیل کی ہے

اب میری تخلیقت کی، ماہیت قلب،

قتل وغارت گری، میں تلاش نہیں کی جاسکتی،

میرے قتل، دوررس اثرات کے حامل ہیں،

میں تمہیں زبانوں پر لگی آگ کا نظارا کراسکتا ہوں،

تمہارے لہو سے اپنی پیاس بجھاسکتا ہوں

موت کے پھندے سے بنی، خوشبو

تمہاری وحشی آنکھوں میں دھکیل سکتا ہوں،

تمہاری لال آنکھیں اور کھلے منہ

میرے جادو کو سکیڑ نہیں سکتے

میں نے موت کا پھل، اپنے سانپوں میں بھر کر

تمہارے جنگلوں میں چھوڑ دیا ہے،

جنگل میں ہیولوں پر کھڑی دیواروں پر

ڈراؤنے شہر آباد ہیں،

خواہشیں، درختوں کے پیچھے چھپی، تنہا،

سونے جنگلوں میں دوشیزاؤں کا روپ دھار کر

مسافروں کو اپنے گھروں میں لے جاتی ہیں

ان کو نچوڑ کر، نڈھال ہوتے ہی کھا جاتی ہیں

میں نے چڑے کی تختیوں یا صراحی دار گردنوں کے برتنوں پر

کوئی تعزیر نہیں لکھی،

نکیل ٹوٹنے یا جوا توڑنے پر کوئی سزا مقرر نہیں کی

انسان کی ہلاکت کا جرم ایک معمولی چوری کے برابر ہے

موت کے گھاٹ اتارنے والا، میری عزت افزائی کا

مستحق ہے کہ وہ میرے دستور پر عمل کرتا ہے،

میرے مقدس قوانین پر عمل کرنے والی چڑیلیں اور بھوت،

میری دکھشنا کے مستحق ٹھہرتے ہیں،

مصائب میں مبتلا بھوت کو بدکلامی کے صلے میں

ایک تازہ لڑکی پیش کی جاتی ہے،

میں اپنے شاہانہ تکبر سے اسے معاف کرتا ہوں،

میری سزا پانے والی روح سیدھی بہشت کی حقدار

ٹھہرتی ہے،

غلیظ روحوں پر، مچھلی، پرندے، تیل گوشت اور شہد

حلال رکھا گیا ہے،

انسانوں کو درخت سے لٹکانے والی بانس کی کھپیاں،

نشہ آور مشروب، ابلے چاول اور پکی خوراک کا بدل ہوسکتی ہیں،

میں بادشاہ ہوں، اپنے حکم سے پہلوتہی کرنے والا

معافی نہیں پاتا، خواہ باپ ہو کہ استاد یا پھر پروہت

میں نے چڑیلوں، بھوتوں کو اجمالاً

عارضی حالتوں میں پیدا کیا جس کی بنیاد

ہوس کو بنایا، جو جلد یا بدیر دکھ پیدا کرتے ہیں

مختلف شکلوں میں پیدا ہوتے ہیں، عالمگیر دکھ میں

اپنا حصہ پاتے ہیں، وہ سب کے سب

پیاسے ہیں،

یہ بے آغاز اور بے انجام ہستیاں ہیں جو

مایا میں مبتلا ہیں اور موہوم ارادہ و زیست میں

گرفتار ہو کر، بلا روک نئے جنم اور نئے دکھ پاتے ہیں

ان میں ہوس فناہ بھی پیدا ہوتی ہے، جو ان میں،

خودکشی کی تحریک پیدا کرتی ہے

یہ ہوس کی وہ زندگی ہے، جس میں انکی انانیت،

بہ شکل تنفر و حقارت نمودار ہوتی ہے

خون کی پیاس ختم ہو جائے تو دکھ بھی

ختم ہو جاتا ہے

ان کا اندر، اپنے باہر سے لڑتے زندگی گزارتا ہے،

وہ وہموں اور تعصبات سے آزاد ہونا چاہتے ہیں،

مگر ان کا ارادہ بدخواہی ان کی سرشت میں لکھا ہے،

وہ متبرک گفتگو کرنا چاہتے ہیں مگر عاجز ہیں

انہیں کسی کی جان لینا بخوشی پسند نہیں آتا،

وہ ذبح کرنے، شکار کھیلنے، مسکرات بیچنے اور

بردہ فروشی سے اجتناب چاہتے ہیں، لیکن

میری ساحری کے سبب وہ سب عاجز ہیں،

میں ان میں نیک خیال اور نیک خواہش پیدا ہونے نہیں دیتا

مجھے پتہ ہے ایک دن میری ساحری، زوال پائے گی

کوئی طلوع ایسا ہوگا جو اس سب کو جان لے گا کہ

روحیں، کسی سبب سے ظہور پاتی ہیں
وہ جان چکا ہوگا کہ فنا کے وسائل کیا ہیں
ابھی تو وہ کہیں دور بیٹھا سوچتا ہے
اگر یہ نہیں تو وہ نہیں
اس کے فنا ہونے سے وہ خود تباہ ہو جاتا ہے
وہ ایک ہی بات سکھاتا ہے
دکھ اور اس سے رہائی
میں اب ساحری چھوڑ کر انسان بننا چاہتا ہوں
خواہ میری طاقت چھین لی جائے کہ اس میں
بڑے دکھ ہیں
میری پیدا کردہ روحیں، ہر لمحے میرا تعاقب
کرتی ہیں
مجھے پتہ ہے میں ان کے ہاتھ آ گیا تو میرے
طلسم بکھر جائے گا، جنگل لٹ جائیں گے
روحیں نئے لباس پہن کر آزادی کا جشن منائیں، گی
میرا خاتمہ میرے سامنے آن پہنچا ہے
زمین ظلم سے بھر گئی ہے، وہ مجھے میرے ہی جنگل میں
اس زمین سمیت ہلاک کرنے والے ہیں

ہر روز ہوا کے پرندوں کی روحیں،

سات سات کی تعداد میں ہر آسمان سے

اترتی ہیں، نئے قلب ڈھالتی ہیں

روئے زمین کے سورما سے ملتی ہیں،

انہیں کنواری ماؤں کے پہلوٹھے بیٹوں کی

نگہداشت پر مقرر کیا جاتا ہے،

بلوغت کو پہنچتے ہی، وہ مشرقی پہاڑوں پر

اپنے قبیلے بساتے ہیں،

زمین پر آباد قوموں کی بیٹیاں اغوا کر کے

اپنے تصرف میں لاتے ہیں

وہ ایک میدان میں بس گئے ہیں، اینٹیں بناتے ہیں،

آگ میں خوب پکاتے ہیں،

وہ پتھر کی جگہ اینٹ اور چونے کی جگہ گارے سے کام لیتے ہیں

وہ ایسے برج بناتے ہیں جن کی چوٹیاں،

آسمان سے جا ملی ہیں

اختلاف نے روئے زمین کو پراگندہ کر دیا ہے،

اغوا کی گئی عورتیں اور حرامی خون کی پیداوار، نیا نسب نامہ

لکھتے ہیں،

آنے والے پانچ سو برسوں تک ان کی بڑھوتری
اسی طرح جاری رہنے والی ہے
مصر کی لڑکیوں کا جادو چمک اٹھا ہے،
نئی پیدا ہونے والی لڑکی، پہلے حیض کے ساتھ ہی
فرعون کی خواب گاہ میں داخل ہونیکا شرف پاتی ہے
اگلے دن انہیں ان گنت بھیڑ، بکریاں،
گائے، بیل، گدھے، غلام، لونڈیاں
دے کر رخصت کیا جاتا ہے
انہیں آزاد زندگی عطا کی جاتی ہے لیکن
راستہ کھونے والیوں پر بڑی بڑی بلائیں
نازل کی جاتی ہیں،
تب ان کی مدد کو 'ساحرِ اعظم' قدم رنجہ فرماتا ہے
دکھ سے آزاد کراتا ہے،
دیوتا کے خفیہ کمروں میں ان کی باقی عمر
عیش وعشرت سے گذر جاتی ہے
'ساحرِ اعظم' کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنی
ملکہ سے کہا، تو میرا بچہ کب جنے گی
میں اس بار اس کو زندہ رکھنا چاہتا ہوں،

جان لو کہ آنے والے موسم سرما سے پہلے

ریت کے پندرھویں دن، تیرے ہاں میرا بیٹا پیدا ہوگا

اس وقت مچھلیوں کی نہر کا علاقہ

منقطع ہو جائے گا

میں مچھلیوں کی نہر کے علاقے میں سات فٹ پانی

کھڑا کروں گا،

جب ملکہ عالیہ، دردزہ میں مبتلا ہوگئی تو

اس نے دیوتا سے کہا، مجھے تین بچے دو

جو ملکہ کے رحم میں قید ہیں

وہ آئندہ اس ملک پر حکمرانی کریں گے

تمہارے شہروں میں تمہارے گیت گنوائیں گے

تمہاری قربان گاہوں پر خون اور اشیاء خوردنی کے

چڑھاوے چڑھائیں گے،

وہ تمہاری نہریں شراب سے بھر دیں گے اور

تمہارے مقدس چڑھاووں میں اضافہ کردیں گے

ملکہ نے دیوتا کے حکم کے مطابق

تین دائیوں کا استقبال کیا جو اسے

بچے جنوانے آئی تھیں،

انہوں نے دیکھا کہ ملکہ کا رحم مضبوط تھا،

تب بڑی دایہ نے ہاتھ بڑھا کر، پہلے بچے کو پکارا۔!

وہ ہمک کر کے دایہ کے ہاتھ میں آگیا۔!،

وہ اپنی پیدائش پر پونے دوفٹ کا تھا اور اس کی ہڈیاں

مضبوط تھیں۔!،

اس پر سونے کا ستر پوش اور لاجورد کا

سر پوش ڈالا گیا۔!،

پھر دیوتا نے اپنے اعضا کو حرکت دی۔!،

اور دوسری دایہ نے دوسرا بچہ جنوایا، تب اس نے کہا

ماں کے پیٹ پر لات مت چلا۔!،

وہ بچہ بھی ہمک کر دایہ کے ہاتھ آگیا، اس کا قد بھی

پونے دوفٹ تھا اور ہڈیاں مضبوط

اُسے بھی سونے کا ستر پوش اور لاجورد کا سر پوش پہنایا گیا

دیوتا نے پھر جنبش کی اور دایہ نے ہاتھ بڑھایا

اور کہا تو اپنی ماں کے رحم میں اندھیرا نہ بن۔!،

پھر وہ پونے دوفٹ کا بچہ، مضبوط ہڈیوں کے ساتھ باہر آ گیا

دائیوں نے بچوں کی ناف کاٹی تھی اور اینٹوں پر

گدا رکھ کر انہیں لٹایا تھا

(آگے کا صفحہ پھٹا ہوا ہے)

موت سے قریب۔!،

تھکے ماندے شہزادے کو کپڑا پہنانے والے، حنوط ساز کے

سپرد کر دیا گیا،

وہ شاہزادہ تھا، اس کے آخری وقت کی

بدکلامی پر لوگ غیر معمولی سلوک کا مظاہرہ کر رہے تھے

ساحر نے بر لب جان شہزادے کے ہاتھ میں

اپنا بازو پکڑا دیا تھا،

شہزادہ اس کے بارے میں خاص طور پر اپنی ماں کے

بارے میں شاندار خراج تحسین پیش کر رہا تھا

حنوط ساز بھی دل ہی دل میں اس کے حرامی خون کا

قصیدہ پڑھ رہا تھا،

شاہزادے نے ساحر کی طاقت کھینچ لی

وہ انتظار میں تھا کہ شاہی وارث اور درباری چلے جائیں

تو وہ ساحر کے اوپر ایک بھاری پتھر گرا کر،

اس کی بچی کھچی زندگی سے آزاد کرے

فرعون نے کہا، میں خود تمہیں اپنی

بہترین غذائیں کھلاؤں گا،

اپنے آباؤ اجداد کے مقبروں کے درمیان

تمہارا مقبرہ تعمیر کروں گا،

اچھے مقبرے، مردوں کے لیے دنیا میں

بہترین جگہ ہیں،

تمہاری روح کو، اس راستے کا دروازہ

مل جائے گا جو کمزور کو چھپالیتا ہے،

وہاں دوسری دنیا کے دروازے کے محافظ،

تھکے ماندے کو کپڑا پہنچانے والے حنوط ساز کو

خوش آمدید کہیں گے،

تم نے جادوگری پر دسترس کے باوجود

پر خطر اور ہولناک کمال دکھانے سے دور رہے ہو،

تم 'انسانوں' کے سر کاٹ کر دکھانا نہیں چاہتے تھے

حالانکہ تم میں ان سروں کو کاٹ کر،

دوبارہ جوڑنے کی شکتی موجود تھی،

آج کی دنیا میں جو شخص جادو یا کالے علم کے کمال

جانتا ہو، اسے بعض کام دکھانے کی اجازت نہیں ہوتی

فرعون نے ہمیشہ انسان کہلانا پسند کیا،

ایک فرعون نے اپنے کتبے میں، انسانوں کو

'دیوتاؤں کا ریوڑ' کہا،

تم چاہو تو یہ کتبہ سن اسرت اول (۱۹۷۱ تا ۱۹۲۸ ق م)

کے ایک سنگین مینار کے ٹیلہ مطرع کے مضافات میں

دیکھ سکتے ہو،

تمہیں وہاں اون سے متعلق مصر کی ہری عبارتیں
ہمارے اجداد کی عبادتوں، علم وفضل اور عقل ودانش کی
کہانیاں سنائیں گی،
بستر مرگ پر ساحر نے کہا،
میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اور
کہاں جاؤں گا،
گناہوں سے بھرے اس گنہ گار کا
کیا ہوگا
میری عمر رفتہ گھاٹے کا سودا رہی، گو کہ
خدا میرے دل میں تھا لیکن میری غبار آلود آنکھیں
اس کے نور کو پہچان نہ سکیں،
مایوسی میرا مستقبل ہے،
اب تو صرف یہ پوست ہی باقی ہے،
گناہوں سے اس بوجھ میں، میں نہیں جانتا کہ اب
کون میرا منتظر ہے،
میں جس راستے پر چل رہا تھا، وہ، نا مختتم
نظر آتا تھا،
دربدری نے سمت یا منزل کا احساس مٹا دیا تھا،
راستے تھے، پہاڑ تھے مگر منزل نہ تھی

اسے یقین تھا، وقت آنے پر مناسب رہنمائی

مل جائے گی اور ایک دن

بھولے بھٹکوں کی یکساں اور اکتادینے والی زندگی میں

ایک خوشگوار تبدلی درآئے گی

بڑا دروازہ پار کرتے ہی، پریشانی

بال کھولے، اڈکر آگئی

کسی نے بتایا، قصبے کے باہر راکھشش نے

اس شرط پر لوگوں کی زندگی بخش رکھی ہے کہ ہر گھر

اپنی باری پر ایک چھکڑا چاول اور دو بھینس بھیجے گا

راکھشس اسقدر بھوکا تھا کہ پہلے خوراک پھر بھینس اور

آخر میں آدمی کو بھی کھا جاتا،

کوئی شخص تہس نہس کو دعوت نہیں دے سکتا،

ہم ڈرتے ہیں ایک دن وہ عفریت

ہمیں اپنا نوالہ بنالے گا

سو اس نے ارادہ کیا کہ مرنے سے پہلے ایک ہی سہی

پُن کمانا چاہیے،

سو وہ اپنی خوراک لے کر راکھشس کے پاس چلا گیا

راکھشس نے چاہا کہ وہ اسکی خوراک ہتھیالے،

مگر وہ اسے ہلا نہ سکا،

اس نے خوراک تک پہنچنے کی لاکھ کوشش کی

مگر ناکامی اسکا مقدر تھی،

آخر دونوں میدان میں اترے

آدمی اور راکھشس کے درمیان طویل جنگ ہوئی،

بڑے بڑے درخت توڑ دیئے گئے،

چٹانیں لڑھکا دی گئیں آخر آدمی نے راکھشس کو

سر سے اونچا کر کے تین چار چکر دینے کے بعد

زمین پر پٹخ دیا،

اس کے گرتے ہی آدمی نے اس کی پشت پر

گھٹنا رکھا اور ایک جھٹکے سے اس کی کمر توڑ دی

لوگ شکر گذار تھے، پوچھنے لگے،

اس میں اتنی طاقت کہاں سے آئی تو کہنے لگا،

مجھے کچھ خاص منتر آتے ہیں اور میں بڑے سے بڑے

دشمن پر قابو پا سکتا ہوں،

اسے زندگی کا مقصد مل گیا تھا،

اس نے اپنے وقت کے دیوتاؤں سے

ایک بیٹے کے لیئے درخواست کی،

اس رات وہ اپنی بیوی کے ساتھ سویا،

بچہ جننے کے مہینے پورے کرنے کے بعد،

ان کے ہاں ایک بیٹے نے جنم لیا،

اس کے پیدا ہوتے ہی حت حوریں، اس کی

تقدیر معین کرنے آ گئیں

انہوں نے کہا کہ یہ مگرمچھ، یا سانپ، یا کتے کے

سبب مرے گا،

بادشاہ غمگین ہوا، اسکی سلامتی کی دعائیں کرائیں

لڑکے کے لیئے، ہر چیز مہیا کی تا کہ لڑکے کو

باہر جانے کا خطرہ نہ اٹھانا پڑے

جب لڑکا بڑا ہوا تو اس نے اپنی چھت پر کھڑے

ایک آدمی کو راہ میں چلتا دیکھا، جس کے

پیچھے ایک کتا چل رہا تھا،

اس نے درباری سے پوچھا یہ کیا ہے

بتایا گیا کہ یہ ایک شکاری کتا ہے،

لڑکے نے کہا، میرے لیئے ایسا ہی ایک کتا لایا جائے

بادشاہ نے اسکی ضد سے تھک کر، حکم دیا کہ

چھلانگیں لگانے والا ایک کتا، شہزادے کے لیے

لایا جائے کہ اسکا دل مضطرب ہے،

چنانچہ ایک چھوٹا کتا، شہزادے کے پاس پہنچا دیا گیا،

جب لڑکا بڑھ کر بڑا ہو گیا تو اس نے باپ سے کہا

میری تقدیر متعین ہے،

مجھے آزاد کر تا کہ میں اپنی خوشی سے سارے کام کروں،

تب شہزادے کے لیئے ایک رتھ تیار کیا گیا،

اسمیں ہتھیار رکھے گئے، ایک خادم ساتھ ہوا،

پھر وہ شکاری کتا لے کر جنگلوں کی طرف

روانہ ہو گیا،

کالے دن گذرے، سفید راتیں آئیں،

سمندر، صحرا، سب نے اسے نئی دنیاؤں سے

ملنا سکھایا،

اسے جنگلوں کا ماحول بہت اچھا لگا،

جہاں، سونے اور تنہا راستوں پر،

نئی نئی شکلوں میں چڑیلیں، لوگوں کو پھسلاتیں،

ان کو گھیر کر گھروں میں لے جاتیں، کھا جاتیں،

وہ اس کی روح میں اتر گئی تھیں،

حیرت، حسن اور دہشت کی فضا، اسکا بچھونا تھا،

ڈائنیں، بھوت، چڑیلیں، اژدھے، اس سے

باتیں کرتے،

خوف، حسن، دہشت، تاریکی سائے اس پر ہر بار

نئے لباس پہن کر اترتے

اسے ہر سمے ساتواں آسمان نظر آتا

جہاں روحوں کا قیام تھا اور وہ پرندوں کی شکل میں

اڑتی پھرتی تھیں،

وہ ہوا، رات اور شام سے باتیں کرتا

اس کے راستے جو شہر آئے،

اسے مردہ لگے

آخراس نے اپنے گرد ایک حصار کھینچ لیا

خود کو مقید کر لیا۔

کوئی اس دائرے میں نہیں آسکتا تھا

دائرے میں مقید شخص جہل مزاحمت کرتا،

اسے آوارہ گردی پر مامور کرتا،

اس نے ہر شے کی ات دیکھی،

دو اتوں کے درمیان سفر اختیار کر لیا،

سارے سمندر کا ایک ہی سواد تھا،

محدود اور لامحدود میں تکرار تھی،

تن اور من جدا تھے

وہ زندہ تھا مگر زندہ نہیں تھا

لگنے والے زہریلے تیروں کا کوئی طبیب نہیں تھا

ساری بخشیں، اندھوں کی مانند، اسکو گھیرا ڈالے

کھڑی تھیں،

جو بھی آیا، تو لد سے رہائی پا گیا،

زندہ کی رائے کوئی رائے نہیں تھی،

ہر جواب ایک نیا سوال لیئے کھڑا تھا،

جو نمودار ہوتا تھا، نمودار نہیں ہوتا تھا،

جلتی لکڑی، جل کر کہاں چلی جاتی تھی

جھاڑیاں تھیں، پکڑیاں تھیں، جال تھے،

پھندے تھے، گورکھ دھندے تھے،

دانائی کے سارے راستے، بند گلی میں داخل ہوتے تھے،

نہ کوئی آغاز تھا، نہ کوئی انجام

ہر شے کی عمر، انسانوں، جانداروں سے زیادہ تھی،

وسیع ممکنات میں کوئی سزا تھی نہ جزا،

ساری حکائتیں، ظرافت کی چاشنی کے لیے موجود تھیں،

کوئی بھی ذہین ہرگز نہیں تھی،

وہ سفر کرتا ہوا، آسمان پر پہنچ گیا تھا،

لاحاصلی اور بے اعتباری کے سارے آسمان وہ

دیکھ آیا تھا،

اس نے سوچا، صرف وہ ہے، جو سوچتا ہے،

میں ہی اونچے آسمان پر بیٹھا ہوں،

لوگوں کو چاہیئے کہ مجھے برہما سمجھیں

سب سے اونچا، سب کا ہادی، سب کا پتا

اس نے دیکھا، آخری آسمان پر

ایک سر سبز باغ ہے، جس میں روحوں کا قیام ہے،

یہاں روحیں، پرندوں کی شکل اڑتی پھرتی ہیں،

ایک روح، جسے تکریم کی نظر سے دیکھا جاتا تھا،

اس کی اپنی روح تھی، جس کو اس نے

دل میں جگہ دیدی،

اس کی صورت، دل میں جگہ گھیرتی تھی،

آواز کانوں میں رس گھولتی تھی،

لوگوں کے ہجوم نے اسے الگ ہونے پر

مجبور کر دیا،

وہ روحوں میں رہ کر بھی، بے چین رہا

اوپر روحوں کا جنگل تھا، نیچے

انسانوں کا جنگل،

ہجر نے اس کی سوچ میں پتھر لگا دیئے

اس کے گنبد سے فکر نچوڑ کر،

بے زاری اور بے چینی کی سرشت بھر دی،

اسے فیصلہ کرنا تھا کہ واپس گھر لوٹ جائے،

دائرے سے باہر نکل جائے یا تسکین کی تلاش

جاری رکھے،

ایک رات وہ چپکے سے، زمین پر عارضی قیام کو

لوٹ آیا،

یہاں آبادکاروں کی شکلیں بدل چکی تھیں،

اب یہاں چڑیلیں ڈائنیں، کالی حبشی عورتیں

چیتے، شیر، درندے، قابض ہو چکے تھے

زمین اور آسمان کا درمیانی سفر

ہمکلامی میں گذر گیا،

تاریکی، ہوا اور شانوں نے

اس سے بیزاری کا رویہ اختیار کرلیا،

سارے شہر مردہ تھے،

نیچے وہ دائرہ تھا، جس میں اس کی مورتی براجمان تھی

جس کے اندر چڑیلیں، بھوت، ڈائنیں، خوف

وحشت اور تنہائی، پوری زمین گھیرے بیٹھے تھے،

پاپ سے بندھے، راستے آزاد تھے،

جو پرانوں کے ذریعے،

سر میں داخل ہو کر سانس پر ادھیاری،

جسم کو برقرار رکھتے تھے،

کھانا پینا، اس کے پرانوں کی

اندریوں کی رکھشا کرتا تھا،

وہ خاص مقام یعنی آنکھ، کان وغیرہ تک

محدود نہیں تھے بلکہ

تمام جسم میں دیا پک ہونے کی وجہ سے

غیر محدود تھے،

اندریاں اور انتھہ کرن بھی، انہی کی صورتیں تھیں،

لیکن، سب کی سب، محدودیت سے گھری ہوئی

محدود صورتیں وجود رکھتی تھیں، اسی لیئے

پاپ سے بندھی تھیں،

آخر دم جب پران جسموں سے نکل جاتے تو

ان کی محتاج اور دست نگر اندریاں، بھی

انہیں نہ پا کر، رخصت ہو جاتیں

آدمی کا منہ کھلا رہ جاتا

اس نے آکاش سے پوچھا، کیا یہ بھوت

سب کے سب، تجھ سے پیدا ہو کر تم میں ہی

لے ہو جاتے ہیں،

آکاش نے کہا، میں تیری طرح بے خبر ہوں،

تو پرواہن سے کیوں نہیں پوچھتا

پرواہن نے کہا کہ تمام بھوت یعنی جاندار اور

بے جان، مخلوق، آکاش سے پیدا ہو کر

آکاش میں ہی قیام کرتی ہے اور بالآخر

آکاش میں ہی لے ہو جاتی ہے، یہ آکاش

ان سب سے بڑا یعنی دیا پک ہے

پس آکاش ہی ایشور ہے جو اپنے سنکلپ سے

سب کو پیدا کرتا ہے،

یہ کائنات کا خواب ہے،

نام اس کا اوگیتھ ہے

وہی شدھ برہم ہے

(صفحہ جو پھٹ گیا تھا اس کا ایک حصہ کتاب کے ۳۶۳ صفحے سے لپٹا پایا گیا)

دائیوں کو حکم تھا کہ اگر تم

ساحرِ اعظیم کی اولاد میں کوئی لڑکا پاؤ تو

اسے مار ڈالنا، بیٹی جیتی رکھنا

وہ آسمانی برہم سے ڈر گئی تھیں،

تب انہوں نے حکم عدولی کی اور لڑکوں کو

زندہ چھوڑ دیا، اور واپس جا کر کہا،

وہ عورت مصری عورتوں جیسی نہیں تھی،

وہ مضبوط تھی،

ان عورتوں کی طرح جو

دائیوں کے پہنچنے سے پہلے بچہ جن کر فارغ ہو جاتی ہیں

پھر کہیں سے آواز آئی کہ اپنا ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا

تا کہ پورے ملک میں تاریکی پھیل جائے،

ایسی تاریکی پھیلی کہ تین دن تک کوئی شخص

اپنی جگہ سے ہل نہ پایا،

روشنی لوٹی تو شہر کے دروازے کی چوکھٹ پر

ایک جانور لٹکا تھا،

آواز آئی کہ دائیوں کا خدائی انعام حاضر ہے،

اسے دروازے پر لٹکاؤ اور آج رات

اس کو بھون کر بے خمیری روٹی اور ساگ پات کے ساتھ

کھالو،

اسے اعضا سمیت کھایا جائے، کچھ چھوڑنا نہیں،

اپنی جوتیاں اپنی کمروں سے باندھ لو کیونکہ میں

ان سب کے پہلوٹوں کو ماردوں گا جن کی جانب سے

تم پر عتاب گذرا،

میرے جانے کے بعد سات دن تم پر

بے خمیری روٹی کھانا فرض رہے گا،

(اس سے آگے کی عبارت پھر غائب تھی)

حساب آخرت کی پہلی عدالتی سماعت شروع ہوگئی،

روحوں کے سر کھول دیئے گئے،

زچگی کرنے والی دائیاں، متوفیوں کے کردار کی

گواہی پر کھڑی ہوگئیں،

عقلوں نے انہیں انصاف کی روح اور دنیاوی

نظم وضبط کی تجسیم تصور کیا،

ہر روشن دن میں، روحیں ایوان انصاف میں پہنچتیں،

زیریں عدالت نصف شب میں ان کے اعمال کی

پڑتال کرتے،

زیریں عدالت کی معاونت بیالیس دیوتا کرتے،

ہر روح ان کے سامنے حلف لیتی کہ اس نے دنیا میں

کوئی گناہ نہیں کیا اور وہ پاکباز ہے،

کسی نے بھی اعتراف گناہ نہیں کیا تھا

دوسرے مرحلے کی عدالت، روحوں کے بیانوں کو

سنے بغیر حقیقت جانتی تھی چناچہ

متوفی روح کی صداقت و بے گناہی کی پڑتال

'میزان عدل'، سے کی جاتی،

ایک پلڑے میں روح کا دل اور دوسرے میں حق وانصاف کا ''پَر''

رکھا جاتا،

میزان عدل کے قریب کھڑ 'امنشی'، لکھنے کی تختی سنبھال لیتا

اس کی پشت پر ایک نگل جانے والا عفریت کھڑا رہتا،

اس عفریت کے منہ کو مردے کھانے کا چسکہ تھا

مساوی پلڑے، راست گذاری زندگی کی علامت تھی،

ایسی روح کو ابدی مسرتوں کے میدان میں پہنچا دیا جاتا

بدنام روح کا دل والا کانٹا، وزن دار ہو کر، اچانک

سیدھا ہو جاتا، کیونکہ ان روحوں کی مذہبی رسوم

ادا کی گئی تھیں، منتر پڑھے گئے تھے،

عفریت کے دہن کی لذت، اس کے ذہن میں ایک

خوشبو پھیلا کر بھر دی جاتی،

'منشی' کی تحریر اوپری عدالت کو بھیج دی جاتی کہ

روح کی دیانتداری اور صداقت کی گواہی مل گئی ہے

اس نے کوئی گناہ نہیں کیا یا پھر اس نے کسی عمل کے عوض

دُنیا ہی میں دھو دیا گیا ہے،

اس کو نیا لباس دے کر، ابدی مسرتوں کے میدان میں

بھیج دیا جاتا،

ان کا لباس، بھٹک کر راستبازی پر آنے والوں کا تھا
وہ میدان کے دوسرے درجے میں رکھے جاتے

دیوتاؤں کی جنت،
زرخیز، خوشنما اور خوشگوار سرزمین تھی
یہاں دریاؤں کی بہتات تھی
یہاں مادی مسرتیں اور راحتیں، وافر مقدار میں تھیں
نجات یافتہ، ایک قوم میں ڈھل جاتے
حوریں، جنت اور ابدی زندگی سے سرفراز ہونے والوں کی
خدمت سرانجام دیتیں،
سب لوگ شجر صداقت، کی کاشت میں
ہاتھ بٹائے،
ہر پودا، نیکیوں کا جوہر تھا،
جنت کے باسی یہ پودا کھاتے اور بالاخر
دیوتا کا درجہ پاتے، اس میں ضم ہو جاتے،
مقدس جھیل میں غسل کرتے
پاک صاف ہو کر جنت کی دیویوں دیوتاؤں جیسے ہو جاتے
وہ لافانی معبودوں کی طرح، ایک جگہ سے
دوسری جگہ بلا روک ٹوک آجا سکتے تھے،

ابدیت کی روٹی، ابدیت کی شراب اور مقدس انجیر۔

ان کی غذا تھی،،

گندم کے پودے آٹھ آٹھ فٹ، ان کی بالیں،

تین تین فٹ اور ڈنٹھل پانچ پانچ فٹ ہوتے تھے

جو کی فصل بارہ فٹ اونچی ہوتی،

بالیں پانچ فٹ اور ڈنٹھل سات فٹ لمبے ہوتے

گندم اور جو کی فصلیں کاٹنے والوں کا قد،

پندرہ فٹ ہوتا تھا

زمین پر اترنے والوں نے،

یہاں کی تہذیب و تمدن کو آسانی سے

گلے نہیں لگایا، زمین تو دور دراز تک جنگل کی شکل تھی،

اس میں وحشی درندے، شیر، چیتے، ہاتھی اور ناگ تھے،

ہزاروں چیتوں کا شکار کیا گیا،

وحشی اور بدمست ہاتھیوں کو پکڑا گیا،

مگر سانپوں اور حشرات سے آج تک جنگ

جاری ہے،

آنے والوں نے درندوں سے نجات پا کر،

آسمان پر بوئی ہوئی فصلوں کے تجربے سے،

گندم اور جو کی کاشت شروع کی پھر

سبزیوں، چاولوں اور پھلوں کی کاشت جنگلوں سے

چرائی گئی،

پرانے عہدوں میں، لوگوں کو قبضہ کی زمین

بلا معاوضہ حاصل تھی مگر

بدی اور نیکی جوان کے ساتھ، اوپر سے اتاری گئی تھی،

کام دکھانا شروع کردیا،

بالاخر استحصالی دور کا آغاز ہوگیا،

کسانوں نے زرلگان دینے کی رسم کو

عادت سی بنالیا،

لوگ سود پر قرضہ لینا، دینا نہیں جانتے تھے

رفتہ رفتہ یہ رسم آگے بڑھی، محصولات کا نظام قائم ہوا،

زرخیز علاقوں اور کمیوں کی لین دین شروع ہوگئی

سرنگوں کی گئی ریاستوں کا قیام عمل میں آیا،

اقتدار والوں کا حکم ٹھہرا کہ وہ کوئی خوشی منانے سے پہلے

مالک کے لیئے، ہدیہ لائے،

سونا، چاندی، پیتل، سرخ رنگ کے مہین کپڑے،

بکریوں کی پشم، مینڈھوں کی سرخ رنگی کھالیں

کیکر کی لکڑی اور جلانے کا تیل، تیل کی خوشبو

سلیمانی پتھر، جڑاؤ کے عمدہ

صندوق، سرپوش، پردے، ظروف اور نذر کی روٹیاں

امرا کی خدمت کے لئے غلام، باندیاں اور

راتیں گرم کرنے والی حسینائیں جن کا

پھل کسی نے نہ چکھا ہو،

اونچی ذات کے مرد کی طرف راغب ہونے والی عورت پر

کوئی جرمانہ نہیں،

نچلی ذات کی عورت گھر میں پابند کر دی جائے

دوشیزہ کی رضامندی سے رجوع کرنے والے کو

کوئی سزا نہیں،

عورت کو دوسری عورت کے ساتھ جنسی فعل پر

اس کا سر مونڈ دیا جائے، ہاتھ کی دو انگلیاں کاٹ دی جائیں

اقتدار کی خلاف ورزی کرنے والے مرد کو

سرخ گرم بستر پر لٹایا جائے جس میں کیل جڑے ہوں

بغیر حفاظت والی عورت، کم ذات پر حرام ہے،

ایسے مرد کو مردانگی سے محروم کر دیا جائے،

عورتیں، اپنے مردوں کے زیر دست رہیں گی، کیونکہ

وہ خوبصورتی پر توجہ نہیں دیتیں، نہ ہی

عمر کا خیال رکھتی ہیں، ان کے لیے

مرد کا ہونا ہی کافی ہے، وہ اپنا آپ

وحشیہ اور بدصورت، مرد کے حوالے کر دیتی ہیں،

ان میں بستر کی محبت ودیعت کی گئی ہے،

وہ ناپاک خواہشات، زیورات، غضب، بے ایمانی اور

بداطواری سے مغلوب ہو جاتی ہیں،

رزیل عورتیں، بلند مرتبت شوہروں کے باعث

معزز ٹھہرتی ہیں،

خاوندوں سے بے وفائی کرنے والی عورتیں، اگلے جنم میں

گیدڑی کے بطن سے پیدا ہوتی ہیں

بیماریوں کا عذاب سہتی ہیں،

پاپ کرنے والی عورتیں، اگلے جنموں میں،

بہت اعلیٰ جسم حاصل نہیں کرتیں،

انہیں پچھلے جسم کو چھوڑ کر، پانی، اور نباتات وغیرہ میں

داخل ہو کر، اپنے پاپ کے مطابق کسی جون میں

پڑتا ہوگا

باپ سے اجازت پا کر، شمال کی جانب

سفر کرنے والا، شہزادہ

ایک رتھ کو ہتھیاروں سے بھر کر، مشرقی راستے پر

چھوڑ دیا گیا،

شکاری کتا اس کے ساتھ تھا،

اس نے شمالی صحرا کی جانب روانگی اختیار کی،

وہ سینکڑوں کوس کا فاصلہ طے کرتا ہوا، اس بادشاہ کی

مملکت میں پہنچ گیا جس کی ایک ہی بیٹی تھی،

اس نے اپنی بیٹی کے لئے ایسا گھر بنوایا تھا جس کی کھڑکی

ایک سو اٹھائیس فٹ بلند تھی،

تمام شاہزادوں کو دعوت تھی کہ وہ اس چڑھائی کو

عبور کریں اور شہزادی کے لائق ٹھہریں

کچھ نوجوان شہزادے کو گھر لے گئے، اس کو سونگھنے کے لیئے

خوشبو پیش کی، پاؤں لپیٹے اور پوچھنے پر کہنے لگا

میں ایک جنگجو رتھ کا بیٹا ہوں، میری ماں مرگئی

سوتیلی ماں نفرت کرتی ہے اور میں قسمت آزمانے نکلا ہوں،

وہ سب کئی ماہ سے کھڑکی تک پہنچنے کی کوشش میں رہے تھے،

شہزادے نے کہا، اگر میں اپنے پیروں کو ترغیب دے سکا تو

کل تمہارے ساتھ قسمت آزمائی کروں گا،

بادشاہ کی بیٹی کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ

کھڑکی سے شہزادی کے کمرے میں اتر گیا،

بادشاہ صرف شہزادے کو بیٹی دینا چاہتا تھا

کسی جنگجو رتھ کے بیٹے کو نہیں مگر

شہزادے کی آنکھ اور طاقت شہزادی کو

رام کر گئی تھی،

وہ شہزادے سے لپٹ گئی اور اعلان کیا کہ

اس سے شادی نہ ہونے کی صورت میں

وہ کچھ نہیں کھائے گی، مر جائے گی

بادشاہ نے شہزادے کو طلب کیا،

اس کے بدن کو چوما اور اس سے بغلگیر ہو گیا۔

شادی کے بعد اس نے بیوی کو بتایا کہ اسے

تین چیزوں سے خطرہ ہے، کتا، مگرمچھ اور سانپ

شہزادی نے اسے کتا مارنے کا کہا تو اس نے کہا

میں یہ نہیں کر سکتا، میں نے اسے بچپن سے

پالا پوسا ہے،

شہزادی کی جھیل میں ایک مگرمچھ رہتا تھا

جس میں ایک آبی روح کا بسیرا تھا،

آبی روح نہ تو مگرمچھ کو جھیل سے باہر آنے دیتی

اور نہ ہی مگرمچھ آبی روح کو جھیل سے باہر جانے دیتا،

دونوں تین ماہ ایک دوسرے سے

لڑنے میں مصروف رہے،

شام کی سرد ہوا چلتے ہی شہزادے نے

بستر کا ریشمی غلاف اوپر تان لیا،

نیند نے جلد اس کے بدن پر قبضہ کر لیا،

بیوی نے ایک برتن سے شراب کا پیالہ بھر لیا،

شراب کے برتن کے نیچے سے ایک سانپ

نکل کر تیزی سے شہزادی کی جانب بڑھ گیا

لیکن شراب کی خوشبو اسے مسحور کر چکی تھی

وہ لوٹا اور اپنا منہ، برتن میں اتار دیا،

شراب کو زہر کی مانند پی گیا۔سو گیا۔

دستی کلہاڑی، اس کا مقدر بنی، شہزادی نے

اس کے ٹکڑے اڑا دیئے تھے،

اس نے شہزادے سے کہا، دیکھا تو نے،

تیرے دیوتا نے کس طرح تیری قضا کا ایک مہرہ

میرے ہاتھ سے پٹوا دیا،

ایک روز وہ کتے کے ساتھ چہل قدمی کو نکلا تو

کتے کے پیچھے ایک جھیل میں اتر گیا،

مگر مچھ گھسیٹ کر اسے تہہ میں لے گیا جہاں (عموماً)

آبی روح رہتی تھی،

(یہاں پہنچ کر، کہانی کا باقی حصہ پھر ادھورا رہ گیا)۔

انسانی کھال کا پردہ تان دیا گیا تھا،

شفاف، مہین، دلکش خاکی رنگ لئے

اندر کی چیزوں کے منظر باہر پہنچاتا تھا،

آبی روح اس کے سرہانے مور پنکھ جھل رہی تھی،

ایک چڑیل طلب کی گئی،

اس کا چہرہ انتہائی بھیانک اور سیاہ تھا،

دانت بھیڑیوں کی مانند، آنکھیں باریک سانپ جیسی

ٹانگیں جیسے سارس کی اتار کر لگائی گئی ہوں،

بدن بہت شفاف جس کا اندرونی منظر، صاف

نظر آتا تھا،

انتڑیوں سے گزرتی ہوئے ایک سبز رنگ میں

رنگی تھی،

وہ منہ پھاڑ کر مسکراتی تو پیٹ سے سرخ رنگ نکلتا

اور تیزی سے چہرے کی جانب پہنچ کر جیسے،

آگ بھڑکا دیتا،

آبی روح نے اس سے مخاطب ہو کر کہا، اسے

ایک سامری مگرمچھ نے زدوکوب کیا ہے،

اس کے تمام اعضاء، شکستہ ہو چکے ہیں،

میں نے اس کا سانس جاری رکھا ہوا ہے کیونکہ

میری دسترس روحوں تک ہے،

میں تمہاری روح کا ایک سال بڑھادوں گی

تم اس شہزادے کی ہڈیاں جوڑدو،

چڑیل نے کہا، تمہیں اس کام کے عوض،

ایک بدن عطا کرنا ہوگا، وہ

تمہارا ہو، شہزادے کا یا پھر شہزادی کا

روح نے کہا میں اپنا اور اپنے بیٹے کا سانس

تمہیں نہیں دے سکتی سکتا البتہ تم

شہزادی کا بدن لے سکتی ہو،

چڑیل نے شہزادی کا بدن توڑ کر

تمام اعضا اپنے جسم پر نصب کر لیے

شہزادہ فوراً اٹھ بیٹھا،

وہ حیران تھا کہ اسکی بیوی اسقدر خوش کیوں ہے

شہزادی نے ہنستے ہوئے کہا،

تم مگر مچھ سے ڈر گئے تھے،

تمہیں ڈر تھا کہ کہیں تمہاری زندگی ختم نہ ہوجائے

تمام جانداروں کو پیدا ہوتے ہی،

مرنے کا برابر خوف لگا رہتا ہے

کیڑا ابھی پیدا ہوتے ہی موت کے خوف میں

جکڑا جاتا ہے،

اس لیئے کہ وہ بار بار اس کیفیت سے گذر چکا ہے

کئی بار مرنے کے سبب مرنے کی تکلیف اور

بدن کا چھوڑنا، اس کے شعور میں قائم رہ جاتا ہے

اسے سب کچھ بھول کر بھی موت یاد رہتی ہے

پہلے جسم کو چھورنا، دوسرا جسم اختیار کرنا،

پر بہت بھاؤ ہے،

پچھلا جنم بھولنے والے، چشم ہوش کھول کر ہی

اس کو دیکھ سکتے ہیں،

ایشور پچھلے جنم میں کئے پاپ اور پن کے عوض

اندر کے سکھ دکھ دیتا ہے،

ان اعمال کا علم نہ ہونا، ثابت کرتا ہے کہ

ایشور سے ہماری دوری نہیں ہوئی، سو ہمارے

پاپ وہ بھول جاتا ہے تا کہ ہمیں

نیا جنم دینے کا جواز پیدا ہو، اور

تمہیں بھی بھلا دیتا ہے کہ ہم اس کے قرب کے لیئے

اس کے پاس دوبارہ جانے پر راضی ہوسکیں

ہماری مجبوری ہے کہ ہم، کھڑکیوں سے تماشا دیکھنے والے

تماشائی ہیں اور وہ ہے کہ جو

تھکا کر لوگوں کو مجبوریوں کی زنجیر میں باندھ دیتا ہے

دروازے بھاری ہیں، اس کی مرضی سے کھلتے ہیں،

ہوا کی تندی اور روحوں کا شور گھپ اندھیرے میں بندھے

وہ ساکن و متحرک کائنات کا آتما،

روشن اجرام کو روشنی عطا کرنے والا پرمشیو رہے

وہ عالموں اور اہل علم و معرفت

جیووں کے دلوں میں، موجود

منتظم کل اور ان کو ہدایت و نصیحت کرنے والا ہے

وہ جو منور بالذات تمام دنیا کا ظاہر و روشن کرنے والا نور

مطلق خالق جہان ہے

وہ عین علم نور الانوار، علیم کل پرمیشور ہے،

وہ ویران باغوں، جنگلوں، کارگاہوں،

ترک شدہ رہائش گاہوں، قدرتی اور مصنوعی کنجوں پر

آنکھ رکھتا ہے،

وہ کچھ جگہوں پر اپنے سپاہیوں کے پڑاؤ اور

گشت کا انتظام کرتا ہے،

وہ بادشاہ ہے، چوروں کو مسروقہ مال برآمد ہونے پر بھی

قتل نہیں کرتا،

وہ ہتھیار و آلات غارت گری چھپانے والوں اور

چوروں کو خوراک مہیا کرنے والوں کا پردہ رکھتا ہے

وہ اپنے خزانے پر ڈاکہ ڈالنے والوں (اور اپنے احکام) کو

اور اپنے خلاف سازباز کرنے والوں کو ڈھیل دیتا ہے

وہ کتنا بھی تھک جائے، اپنا عمل جاری رکھتا ہے

جس طرح ہوا چلنے پر (ہر جگہ) گھس جاتی ہے،

بادشاہ بھی ہر جگہ پہنچ جاتا ہے

دوستوں، دشمنوں، سب کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے

اس نے اپنا قہر اور بدسرشتوں کی تباہی کو

موخر کر دیا ہے

حُب نجات دل ہے، سب مخلوق خورسند ہے

جادو کی کہانیاں، گھپ اندھیرے اور گنگھور رکھتا ہے

برآمد ہوتی ہیں،

دروازوں پر صدیوں سے ٹھہرے لوگ،

دستکیں دے کر ہار چکے ہوتے ہیں،

وقت بوڑھا ہو جاتا ہے تو بھاری دروازے

کھل جاتے ہیں، چپ ہوا میں

تیز ہوا کا شور جنم لیتا ہے

اندر داخل ہونے کی خواہش مند

نیلے خون کی بہتی لکیریں، ہاتھ نچوڑتی
دھڑکنے لگتی ہیں
اس کی چال میں جذبوں کی مجبوری برستی ہے
ڈر ان کی باہری سطح پر اڑتا
نظر آتا ہے،
وہ دہلیز پھلانگتے ہی، مڑ کر مسکرا کر
دیکھتی ہے جیسے،
دل کو پسند آ گئے شکاری کو
دھوکا دے کر نکلنے میں کامیابی نے
اس کے قدم چوم لیئے ہوں
خون میں بھیگی ایک خون آشام لڑکی،
بین کرتی، احساسات میں سرشاری کی کیفیت
منظر نگاری کا ایک نیا رُخ پیش کرتی ہے،
اندر رنگ برنگی، کامنیوں کے روپ
دیپ ہاتھ، میں پکڑے، انگلیوں سے
دھویں کے کاجل لگاتی ہے،
چاروں طرف آنکھوں کا میلہ لگا ہے
انت ہوئے جسموں کے پتلے، دیوانہ وار
رقص کرتے ہیں،

یوں لگتا ہے جیسے جنون الٹ گیا ہو،

پازیبیں ایسے گھنگروؤں کی مثال بنائے پھرتی ہیں

جیسے کوئی قدیم ملکہ، پائیں باغ کے

مردہ پتوں پر چل رہی ہو،

کاجل نیند کو کاٹ کر، باہر نکل آیا ہے

میں نے دور دروازے پر کھڑے ہو کر،

اس کو آواز دی تھی،

اس نے کہا، ہم الگ مخلوق ہیں،

ہمارا سفر ایک ساتھ جاری نہیں رہ سکتا

میں کیا کرتا کہ عمر بھر کا سفر رایگاں ہونے والا تھا

میرے سامنے فلک چاک پڑا تھا،

بازار پھٹ چکا تھا،

زندگی نہ پیچھے تھی اور نہ ہی سامنے

اس سفر سے لوٹ آنا، دکھ ہی دکھ تھا،

پرانے نام پر کس کا چہرہ سجاتا،

وہ بلا جو روپ متی کی شکل میں،

اندھیروں کو طول دیتی تھی،

میری آہٹ سے میری آنکھ کے جوہر کھول دیتی تھی،

مجھ پر ایک غرور طاری کر دیتی تھی،

اب اس خواب میں ڈھل گئی تھی جس سے

میں گذر کر، چڑیلوں کے پائیں باغ کے

دروازے پر گرنے والا تھا،

کالی رات میں، دل اٹکا تھا،

پرانے میت کو رو کر بلانا، ناممکن ٹھہر گیا تھا،

دروازے کی اوٹ، مسکرا کر مجھے،

لوٹ جانے کا کہہ رہی تھی،

چاند آسمان پر ٹھہرا، کہتا تھا،

جو وعدہ اس نے کیا، تم بھی کرلو

اس سفر کو بے ثمر جانو،

زندگی کے کئی سفر، ہمیشہ نا تمام رہتے ہیں

کملی کا بیٹا، مجھے لینے آپہنچا تھا،

اس نے بارہ برس اگنیوں کی سیوا کی تھی،

اس ستیہ کام نے بہت برہم ماری کی تھی،

اسے تیسرے آسمان سے حکم ملا تھا کہ

مجھے اپدیش دے،

کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے جل مرنے پر

اگنیاں اسے دوش دیں،

وہ ہواؤں پر سفر کرتا ہوا، کئی سال بعد

مجھ تک پہنچا تھا،

اسے کامنائیں کئی بار ادھر ادھر لیئے پھریں،

وہ میری تلاش میں بڑھتی ہوئی دیری پر

رنج سے بھر چکا تھا،

پھر اس نے کہا، میں جس کی تلاش میں ہوں

وہ تو برہم ہے،

میں آنند اور آکاش کو نہیں جانتا،

روحوں نے بتایا،

(تحقیقاً) جو آنند ہے، وہی آکاش ہے

جو آکاش ہے، وہی آنند ہے،

گورو کے آشرم میں بارہ برس

تینوں اگنیوں کی سیوا کے بعد،

اچاریہ نے وید پڑھا، گیان دیا،

اپدیش دیا کہ ہمارا ایک چیلا، ایک

بُری آتما کے جنگل میں،

اندھیروں کے کھلے پاٹ پر ڈھیر پڑا ہے

فانی چیز، برہم نہیں ہو سکتی

جڑ چیز بھی برہم نہیں ہو سکی

برہم گیان، سروپ ہے،

تم آکاش کی طرح دیا پک محسوس کرو اور
اپنے آپ میں اس چوکھٹ پر پڑے آدمی میں
سرو مریا پک محسوس کرو،
تم جان لو گے کہ تیرے قلب کا آکاش ہے
جس میں پران رہتا ہے،
وہی دیا پک کا آکاش، وہی آکاش ہے
وہ ہمارا گیانی ہے، اس کو آزاد کراؤ،
میں من میں گھر گیا اور ایک زندہ تجسیم،
گیدڑ کی صورت، مصری نوشتوں میں
لپٹ کر، فراعنہ کے قدیم شاہی محل
میں لے گیا، جہاں
روپ، متی، زندہ، گوشت کے اندر
کھڑی مسکرا رہی تھی،
مجھے شاہ نے، حنوط سازی کا
دیوتا مقرر کر دیا تھا،
ان کے نوشتوں میں، میں نے خود کو
بہت تلاش کیا مگر اس سے آگے بات
بڑھ نہ سکی کہ میرا روپ پہلے
ایک سانڈ کا تھا،

میرا اہم مرتبہ، میری طرح نمایاں اور

اہم دیوتا، اگر نہیں بھی تھا تو

ایک آسمانی جنس ضرور تھا، اس کو

اسی شہر میں، سب سے بڑے دیوتا کے ساتھ

پوجا جاتا،

وہ دنیا طلسماتی تھی جہاں بڑے بڑے

صنوبر پیدا ہوتے تھے،

بے طرح قسم کے عجوبے اور نامکمل باتیں

پیدا ہو کر، وقوع پذیر ہوتی تھیں،

جن کا مقصد، جنسی ہیجان سے سوا

کچھ بھی نہیں تھا،

میری یادداشت اتنی اچھی نہیں، اتنا طویل عرصہ

زندہ رہنے والوں کے دماغ

کچھ بوڑھے ہو جاتے ہیں،

میری کہانی ایک سے زیادہ کہانیوں کا

مجموعہ ہے،

ابتدا میں لگتا تھا کہ ان کہانیوں کا

باہمی ربط کوئی نہیں، یا شائد

بہت سی کہانیاں جمع کر کے، اسکا

بدن تعمیر کیا گیا،

لیکن میں نے اپنے بڑے بھائی،

ہم مرتبہ، دیوتا کی دروغ گو اور

کج رو بیوی کو قتل کر کے، کتوں کے

آگے ڈال دیا ہے،

میں حنوط سازی کا دیوتا ہوں،

اب اس نے وادی چندن کی ایک

انتہائی خوشرو لڑکی سے شادی کر لی ہے،

دلکش اور نوعمر بیوی، فرعون وقت کے محل میں

پہنچ گئی ہے، اس نے

وادی صنوبر میں پہنچ کر، اپنی کی پہلی بیوی

زندہ کر لی ہے،

مجھے اپنی پچھلی صورت سانڈ میں تبدیل کر دیا ہے

اور حکم ہے کہ میری نئی بیوی کو،

قتل کر دیا جائے تا کہ وہ اسے اپنے لئے

زندہ کر سکے،

میرے ہم مرتبہ کو اس کی پرانی بیوی لوٹا دی گئی ہے،

میں سانڈ کی صورت خوبرو لڑکی کو روندتا ہوں،

فرعون نے اپنی وفانا آشنا بیوی کو
سزائے موت دے کر، میری روندی ہوئی دوشیزہ کو
زندہ کرلیا ہے،
اب مجھے سانڈ روپ سے نکلنے کے لیئے
پتہ نہیں کتنا عرصہ لگے گا۔

خاکی لفافے بچھو کے ڈنگ کی طرح،
ہوا میں جھولتے ہیں،
پھوٹنے والی دھار سر پر کیڑے لادے چل رہی ہے
سکون کی مقدار حد درجہ گر گئی ہے
گفتگو ایک تار پر لٹکی، لمبی جھول گئی ہے،
نتیجہ موقعہ واردات سے بھاگ کر،
جھاڑیوں میں چھپ گیا ہے،
حاضر روح پرانی پیڑھی سے بندھی،
کئی گھنٹے سے ماری ماری پھر رہی ہے،
پیشاب کرنا، ایک بنیادی حق ہے جسے
آئین نامی کی کتاب میں بھی درج کیا گیا ہے،
اونچی آوازیں، دوسروں کو دخل کا موقعہ فراہم کرتی ہیں
موصول ہوئے لفافے کے مندرجات میں،

سب کو جانے کی جلدی ہے،

معتبر الفاظ، بہہ کر ختم ہی نہ ہو جائیں،

کالی بلی پچھلی دیوار سے

کود کر بھاگ گئی ہے،

کوئی تو ہے، جو اپنی بیمار ماں کو دیکھنے

شہر سے باہر چلا گیا ہے

کٹے سر کی بلیوں کو جمع کرنے کا شوق

پالنے والے، آدھی رات کے بعد،

دریاؤں کے کناروں پر ملتے ہیں،

بے چینیوں کے دھماکہ خیز، نقطے،

ہوا کے راستے میں نصب،

دیواروں پر چمکتے ہیں،

ایسے تمام موکل جن کی وفاداریاں،

شک کے دائرے میں ٹھہری ہیں

بار بار سینہ پھاڑ کر اندر کا حال بیان کرتے ہیں

ٹھوس، مائع، گیس سے بنے بھوتوں کی برداری

کبھی، بھاپ کی طرح غائب ہونے والوں کی

برابری کی دعویدار نہیں

کچھ غیر مرئی ہیولوں نے منہ میں

گنجائش سے زیادہ لفظ ٹھونس رکھے ہیں

ایک ایک کر کے باہر نکلنے پر وہ زبان وابلاغ کا

حیرت انگیز رشتہ پیش کرتے ہیں،

ان کی زبان استعاراتی اور غیر استعر اتی

آوازوں کے درمیان جھولتی رہتی ہے،

کچھ تو جملہ ادا کئے بغیر، محض آوازوں کے بل بوتے پر

بہت کچھ کہہ ڈالتی ہیں،

کان لگائے، کنویں پنتالیس درجہ منہ اوپر اٹھا کر

آنے والے زمانوں کو

اپنی تہہ میں لے جاتے ہیں

بیچ بیچ میں خواہشات،

سازش کی چٹانوں سے ٹکرا کر ٹوٹتی جاتی ہیں

پیچھے بیٹھے کچھ چھلیڈے، ایسے پھس سے ہنستے ہیں کہ

ان کی ہنسی، اور کہیں پہنچے نہ پہنچے، مگر

منصب افروز تک ضرور جائے

دنیا کو چند روزہ اور فانی ماننے والے،

رشی منیوں نے باہر نکل کر اپنی قمیضیں، چپلیں

ضرور جھاڑنی ہیں،

الٹی پڑی چپلیں، جلد بدشگونیوں کے انجام سے

دو چار ہونے والی ہیں،

روشنی کی آڑی ترچھی لکیریں،

ہتھیلیوں پر عکس بنا گئی ہیں،

دہلیز پر ہلدی سے رنگی بکرے کی سری رکھ دی گئی ہے

صبح سویر، دروازہ کھلتے ہی،

کمینوں کی ناکوں سے سرخ دھار بہنے لگے گی

وہ لگا تار خلا میں گھوریں گے،

بدقماش عورت، راستباز مرد کے لیئے،

راحت کا تھال لے کر اترے گی،

پہلے خاوند سے دغابازی کر کے، فرعون کی ملکہ بنے گی

اور پھر، اس کو اپنی نفرتوں کا مہلک حد تک

بار بار نشانہ بنائے گی،

بدفطرت عورتوں کی چالبازیاں، عین وقت پر

کبھی ناکام نہیں ہوتیں،

کج رو عورتیں، دنیا میں ایک سی کہانی لکھتی ہیں،

وہ خالق کے ساتھ اپنی کہانیوں میں ربط پیدا کر کے

کامیابی کے ساتھ زندگی گزار جاتی ہیں

ملکائیں، اپنے فرعونوں کی نیک طبیعت اور

کردار کی اچھائیاں بیان نہیں کرتیں،

وہ ان کی خامیوں کو ازبر یاد رکھتی ہیں،

اس کے اچھے کردار کو ہر خوبی سے یکسر محروم قرار دیتی ہیں،

فرعون، دیوتاؤں کا درجہ پا کر بھی، شاہی نوشتوں میں

بہت محتاط اور مودب رہتے ہیں،

ہزاروں سال پہلے بھی میں نے اپنی تحریروں کو

اپنی بیویوں کے نام معنون کیا تھا،

میری لنگڑی کہانی کے فرعون، نام سے محروم ہیں،

مگر وہ حقیقی ہیں، جیتے جاگتے ہیں اور ہزاروں سال بعد بھی

غیر مانوس اور اجنبی ہرگز نہیں ہیں،

وہ ہردم کھلی جنسی ترغیب و تحریص کے دام میں

آنے کو تیار ہیں،

انتقامی جذبے بھی کردار کی کمزوری ثابت نہیں کرتے،

انہیں قصوروار کہنا، غلطی ہے،

سارے خدام، جذباتی، کانوں کے کچے، کچھ احمق اور

جلد باز ہوتے ہیں جو

اپنے الفاظ کی پاداش میں عمر بھر کی قید کاٹتے ہیں،

مقدس عہدے، نظر سے غائب، امراء کی ملکیت ہیں،

ان پر فائز ہونے کے لیئے، صدقے کی بجائے

مہربانی یا تحائف پر ہوتی ہے،

بہترین، مہمان نوازی، بہترین مذہبی فریضہ ہے،

مگر ماتحت کو دست درازی کی کوشش پر،

ایک سو سال کا عذاب بھگتنا پڑتا ہے،

روحوں کی مضحکہ خیز سماجی روایات

تخفیف اور اختلاط پر ادھار رہیں،

خوش روحیں اپنی ساری فکر و بصیرت ایسے شوہر کی

جنسی جبلت کی تکمیل کے فن کے حصول پر

صرف کر دیتی ہیں،

بدکاریاں، عبادت گاہوں تک محدود ہیں،

زمین سے اوپر قائم مندروں میں،

دیوداسیوں کا الہامی سلسلہ موجود ہے،

مقدس عورتیں، دیوتاؤں کے روبرو

گاتی، ناچتی اور ان کو خوش کرتی ہیں

پہلے وہ بہت دل ربائی سے رقص کناں ہوتی ہیں

ان کے گانے فحش ہوتے ہیں جو،

دیوتاؤں کی شہوانی تاریخ و توصیف سناتے ہیں،

یہاں شادی کی آٹھ اقسام کی اجازت دی گئی ہے

دیوتا، اپنے ماورائی کالے علم سے، مرنے والی عورتوں سے

مباشرت کر سکتے ہیں، ہاں

ایک شادی، آشوب و اضطراب پیدا کرتی ہے،

جنسی عفت اور پاکبازی، گھٹنوں سے اوپر

قائم رہتی ہے، بوڑھی شادی کو

سونے، چاندی، تانبے اور لوہے کے

برتن کی طرح، چمکایا جا سکتا ہے، مگر

کاغذ استعمال کرنے والی عورتیں،

نجس رہتی ہیں،

زائد لباس کی ضرورت محسوس نہیں کرتیں

انہوں نے، سنتوں، جوگیوں اور فقرا کو

اپنی وضع میں ڈھال لیا ہے،

وہ ڈھکے چھپے مردوں کو قبیلہ بدر کرنے کی

دھمکیاں دیتی ہیں،

ان میں چھاتیاں برہنہ کر کے چلنے کا

رواج بیٹھ گیا ہے،

وہ اپنے بچوں کو منکوں ہڈیوں کے ہار پہناتی ہیں

ننگے پاؤں گھومتی ہیں،

مرد اپنے تہبند، دھوپ سے بچنے کے لیئے

سر پر اوڑھ لیتے ہیں،

عورتوں کے ضروری حصوں پر تیل چمکتا ہے

بالوں میں لگا پھول۔ ان کی
فراخ دلی کا اشارہ ہے،
مرد اپنی شائستگی کا اظہار، ان کے سینوں پر
زیور سجا کر کرتے ہیں،
مر کر جادو کے زور پر
دوبارہ پیدا کی گئی عورتیں،
چالاک، عیار اور دھوکے باز ہوتی ہیں،
دروغ گوئی، ان میں قومی برائی ہے،
ٹھگوں کو اس وحشی دستے کا،
کوئی خوف نہیں،
وہ ان کی ہوس ناکیوں پر کوئی ردعمل
ظاہر نہیں کرتے،
وہ خوش خلقی سے آراستہ حملہ آوروں کی
فتوحات کے پنجے میں، مفتوح ہو جاتے ہیں
اپنا مال ان پر، لٹا کر خوش ہوتے ہیں،
عورتیں، اپنے زیادہ حساس، پُر جوش، ذُود حس
مردوں کی نسبت، ان ٹھگوں پر فریفتہ ہوتی ہیں
وہ سرمائے کی کشش کے تحت، اپنے جسموں کو
ان کے مقاصد کے حصول کو سہل بنا دیتی ہیں

مذہبی تہوار، ان کی زندگی میں،

زیادہ رنگ بھر دیتے ہیں

درگا و پوجا اور کالی دیوی، کے اعزاز میں،

وہ کم لباس سے آزا ہو کر،

ایک جلوس کی صورت گذرتی ہیں، جو

مسرت کے نقطۂ عروج پر پہنچ کر،

اختتام پذیر ہوتا ہے،

سال میں ایک بار وہ، دیوالی مناتی ہیں،

وہ سبھی کے شیطانی روپ دھارنے کی

یاد تازہ کرتی ہیں،

آلۂ تناسل کی شکل اٹھائے،

جنسی ملاپ کے جذبات کو بھڑکاتی ہیں

ساری شرم و حیا، عارضی طور پر،

دفن کر دی جاتی ہے،

نوجوانوں کے ساتھ، من مرضی،

پوری کرنے کی اجازت دیتی ہیں،

راج محل کی پہاڑیوں میں،

غیر شادی شدہ افراد کو، آزادانہ طور پر

مخلوط جنسی روابط رکھنے کی اجازت ہے،

اس سے نباتات میں جادوئی کمال پیدا ہوتا ہے،

کھیتوں اور خاندانوں میں زرخیزی لاتا ہے،

انہوں نے نعشوں کو پرندوں کی خوراک بنانے کا

زرتشتی نظام ترک کرکے،

ارتھی پر رکھ کر جلانا شروع کر دیا ہے

ان کی راکھ کو استوپ میں یادگاری طور پر

دفن کر دیا جاتا ہے،

انہوں نے بوڑھوں نا قابل علاج روگیوں کو

خودکشی کی باقاعدہ اجازت دیدی ہے،

بعض نے برف میں دفن ہوکر، گوبر بدنوں پر مل لیا،

خود کو نذر آتش کیا یا پھر دریا میں کود کر

خود کو مچھلیوں کی خوراک بنا دیا،

زندگی ایک سٹیج ہے، جس میں،

ایک داخل ہوتا ہے، مگر برخاست کئی

نجات یافتہ خوش بخت ایک ایسی قوم میں

ڈھل جاتے ہیں جو اسار کے لیے کام کرتی ہے،

اور وہ ان پر حکومت کرتا ہے،

جنت اور ابدی زندگی سے سرفراز ہونے والے لوگ

'شجر صداقت'، کی کاشت میں،

اسار کا ہاتھ بٹاتے ہیں،

جنت کے باسی ہی پودا کھاتے ہیں

بالآخر اسار میں ضم ہو کر

بلند درجے پر فائز ہوتے ہیں،

یہ لوگ جنت میں پہنچ کر، مقدس جھیل میں

غسل کرتے اور آسمان کے باسیوں کی طرح

دیوی، دیوتاؤں میں تبدیل ہو جاتے ہیں

انہی کی مانند رہتے ہیں،

لافانی معبودوں کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ

بلا روک ٹوک آجا سکتے ہیں

وہ بیل اور پرندوں کے بہترین گوشت سے،

شکم پُری کرتے ہیں، ویسے ہی مشروب پیتے ہیں،

اور اسار جیسی پوشاک اور سینڈل پہنتے ہیں،

ابدیت کی روٹی، ابدیت کی شراب اور مقدس انجیر

ان کی غذا ہوتی ہے،

جنت میں ان کا وقت، کاشتکاری، ضیافتوں،

موسیقی، شکار کی باتیں کرنے میں گزرتا ہے

وہاں کی نہروں کے ساتھ متعدد کشتیاں لگی ہیں جو

خود بخود چلتی ہیں، نجات دہندگان،

اپنی مرضی کے پرندوں اور سانپوں کا شکار کرتے ہیں

شادمانیوں سے بھری زندگی ابدی زندگی گذارنے والے

نہروں اور پشتوں کی مرمت کرتے ہیں،

ان کے مقبروں کی قدیم تحریروں پر ان کی

نئی زندگی اور نجات کے بعد گذارے دنوں کی

تاریخ لکھی جاتی ہے جس سے وہ جنت میں آنے والی

نئی روحوں کو پہچان سکتے ہیں،

ان کی روحیں، ان کے بدنوں سے جدا نہیں ہوتیں،

اعلیٰ وارفع روحیں ان کے استقبال پر

ان سے ہم کلام ہوتی ہیں،

جنت میں، انہیں قفس، بار بگلے اور

کسی بھی جون میں آنے کی قدرت بانٹی جاتی ہے

روٹی، پانی اور ہوا پر دسترس عطا کی جاتی ہے،

ہر تمنا، افراط کے ساتھ مہیا کی جاتی ہے،

وہ وہاں، ہر وہ کام کر سکتے ہیں جو زمین پر

کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ مباشرت بھی مگر اس سے

ان کی صحت متاثر نہیں ہوتی، عمر نہیں بڑھتی،

چہروں پر نحوست نہیں دکھتی

وہ جان لیتے کہ ان کا ایک ہی بدن فانی تھا

سا جو، مرنے والے کے جسم سے ہی

جنم لیتا ہے،

پروہت، متوفی کی لاش پر ایسی دعائیں

پڑھتا ہے جس سے انسان کے اندر کا

غیر موجود بدن، طاقت پا کر

جسم سے خود بخود باہر نکل آتا ہے

پروہتوں کی بے احتیاطی سے بدن سے خروج

حاصل نہ کرنے والی روحیں، ایک نئی زندگی

میں دوبارہ زندہ رہنے کے کشٹ سے گذرتی ہیں،

وہ اپنے جرائم پر شدید احساس کے ساتھ

نمودار ہوتے ہیں، ان میں

کفارا ادا کرنے کی خواہش شدید ہوتی ہے

سزا یافتہ، جنت سے نکالی گئی دیویاں

انتقاماً، ایسی روحوں کو گھیر لیتی ہیں،

دغا باز عورتیں، مقدس اور قابل پرستش

بیل کو کاٹ ڈالنے پر اکساتی ہیں،

متبرک درختوں جوتیا کے خون سے آگے ہوں،

کٹوا ڈالتی ہیں،

وہ تبا کو ہر صورت ختم کرڈالنا چاہتی ہیں، کیونکہ

تبا کی پارسائی کے سبب انہیں

جنت سے نکالا گیا،

وہ تبا کی اس کشتی کو جلا دینا چاہتی ہیں جس میں

وہ نیا بدن اختیار کرنے والی روحوں کو

جنت میں پہنچاتا ہے،

دنیاوی فاحشائیں نہ تو وفادار ہیں نہ

مضبوط کردار کی مالک اور بالآخر

وہ اپنے گناہوں کی پاداش میں قتل کردی جاتی ہیں

ان پر دعائیں نہیں پڑھی جاتیں اور انہیں

دنیا میں ڈائنیں، چڑیلیں بنا کر

چھوڑ دیا جاتا ہے،

یہ وہ عورتیں ہیں جو دھوکا دینے میں یکتا اور

روپ دھارنے پر قادر ہیں،

انہیں یہ انعام اس لیئے دیا گیا ہے کہ

پیدائش کے وقت ہی اس کا نوشتہ تقدیر،

سنا دیا گیا تھا کہ وہ

خنجر سے قتل ہوں گی،

امروز کے مسائل سے بھری پُری زندگی،

فردا کے حسین خواب لاتی ہے، مگر
رنج والم سے بھری کیفیات، انانیت اور
خود پرستی کا اشتہار، زندگی کا جواز یا پھر
موت کے لیئے کشش، میرے لیئے مابعد الطبیعاتی مسائل
گھسیٹ لاتے ہیں،
میری زندگی فطرت اور قدرت سے استعارے
تراشتی ہے،
میں ہر شئے میں ایک اور شئے کا متلاشی رہتا ہوں
ہر مسئلے پر میرے عمیق مشاہدے اور گہرے غور و غوص کی
چھاپ نظر آتی ہے،
میں ایسا شخص ہوں، جس کے مطالعہ کے دوران
ایک ایسی کہانی، دھیان کی قرطاس پر ابھرتی ہے جو
دنیا و مافیا سے بے خبر، کسی مراقبے میں
لکھی جارہی ہو،
نفسیات دان اور فلسفے والے، پینترے بدل بدل کر،
اسکی تعریف کرتے ہیں، میری باتوں میں
محبت تلاش کرتے ہیں،
ہر شخص نے محبت کی الگ دنیا، الگ معنی بنا رکھے ہیں
فلسفے والے میری کہانیوں کو ایروز (شہوانی فن پارے) کی

کہانی نامزد کرتے ہیں، جس میں کسی دوسرے انسان کے لیے

شدید تڑپ اور چاہت کا عنصر غالب نظر آتا ہے

کچھ اس پر ''فیلیا'' کا انطباق کرتے ہیں

انہیں اس میں مفعول کی رفاقت یا شراکت نظر آتی ہے،

باقی اسے ''اگاپی'' سے جوڑ کر میری خدا سے محبت

کا عندیہ دیتے ہیں،

میری محبت کو کسی خانے میں بند رکھنے کی ضرورت

کسی کو کیوں پیش آتی ہے، وہ میرے ساتھ

میرے مراقبے میں کیوں نہیں چلتے تا کہ وہ میری کہانیوں کے

زندہ کرداروں سے ملاقات کر پائیں

ان کے سامنے پھیلا سفر،

میرے نزدیک میرا پڑاؤ ہے، اور مجھے ابھی

بہت کچھ کہنا ہے جو میں آجتک کہہ نہیں پایا

مجھے پتہ ہے جو میں لکھ نہیں پاؤں گا اور نہ کوئی

میرے بعد کوئی سامری میری سوچ کے غلاف میں بند کہانیاں

برآمد کر سکے گا،

مجھے ابھی اپنی کہانیوں کا حال کہنا ہے

جن کی گلیاں، خاک وخون کی دہشت سے بھری ہیں،

یہاں سردنگر آباد ہیں، بے اثر دعائیں ہیں،

پرندوں کے محلات ہیں، قدیم زمانے کی

سرزمیں ہے،

میں خود آئینے کے سامنے کھڑا حیران ہوں،

یہ چہرا پہلے تو کچھ اور طرح تھا،

میری چپ قدیم مکانوں کے ساتھ جڑی ہے،

میری صدری میں رنگ برنگی کہانیوں کی ''ٹاکیاں'' لگی ہیں

کبھی کبھی یہ میرے اندر چھپے پرانے دوست کو

زندہ کر کے، اپنے ساتھ پرانے مکانوں،

پرانے زمانوں میں لے جاتی ہیں، جہاں ہم نے

مل کر بہت سی راتیں گذاریں، بہت سی

دھوپیں سینکیں

میں ان کے ساتھ پرانے زمانوں کا سفر کرتا ہوں

روزِ اول سے، ادھورے سوالوں کا جواب تلاش کرتا ہوں

اُس خدا کی تلاش میں نکلتا ہوں،

جس کی کہانی، آج بھی کہانی ہے، اس نے

مجھے ابھی تک روح کی حقیقت بھی نہیں بتلائی

بس موت کے بعد کے مراحل میں نے دیکھے ہیں،

کائنات کے ازلی اور دائمی ہونے کا کھوج لگایا ہے

پھر بھی متشابہات کی حقیقت ایک راز ہے

جو کوئی کچھ سوالوں کا جواب پالیتا ہے،
ان سے پردہ اٹھانے سے گریز کرتا ہے،
مگر میرا سوال یہ ہے کہ میرے ذہن میں
یہ سوال اٹھتے ہیں کیوں ہیں؟

سُورنی کے تکونے تھنوں میں،
حرام، انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا ہے
سرخ کھال والے مینڈک،
لسیلی زمین پر فحش گفتگو کرتے ہیں
بوڑھی ہوا ان کی قبر بنانے کی آرزو میں
اگلے چار دانت گنوا بیٹھی ہے،
اس کے انگ انگ میں بھاپ
کب کی مر چکی، دھوپ جھڑ کر گر چکی
آس پاس بگلوں نے جفتی کرنا،
چھوڑ دیا ہے،
ابلیس کے اعضائے رئیسہ لٹک گئے ہیں
وہ مرے ہوئے آدمیوں پر قناعت کرتا ہے،
اکڑی ہوئی لاشوں کی انگلیاں،
مرغیوں کے پنجوں سے جا ملی ہیں

ان پر لعنت ڈالو،

میں نے گرگٹ کی زندگی جی کر، کچھ نہیں پایا،

عطیس کی محبوب بکطوررانی،

ان سموں کی کہانی کہنے لگی ہے

جب گھر کا آنگن

نحیف پیڑوں کو تھپیڑوں سے دوتا

ماتمی لباس پہنے، وفور رنج میں،

دیوتاؤں سے، عالم، ارواح خبیثہ سے

اپنا مقسوم پوچھتا ہے،

راتوں رات، صدیوں سے بند دیواروں کی

قید سے نکل بھاگنے کو تیار تھا

خود دھول ہو کر، اتہاس زندہ کرنا چاہتا تھا

وہ اپنی مٹھیاں بھینچے، اپنے پتھریلے پاؤں پر کھڑا،

بڑھی ہوئی دیواروں سے باہر نہیں لے جا سکتا،

دیواروں کے چہروں پر، ایک شفقت ہے،

وہ کہتی ہیں، صحن رویا نہیں کرتے،

ترک وطن نہیں کرتے،

میں نے تھک کر قمیض اتار دی ہے

نامانوس طریقے سے انگلیاں،

گردن پر رکھ لی ہیں،
مٹی کی ایک جالی دار خشک نالی،
راتوں رات اسمیں،
گھر بنا چکی ہے،ڈرتے ڈرتے
میں نے اسے اٹھا کر،
دور پھینک دیا ہے،مگراس کی نالیوں سے
زندہ دیمک نکل کر، میری آنکھوں کے گڑھوں
اور سینے کے بالوں میں پیوست ہوگئی ہے
ٹکرٹکر مجھے دیکھتی ہے،
انگلیاں،قبر پراُگے ہوئے گھاس سے
بدن کی غلاظتیں چنتی ہیں
میں انہیں بھگانے کے لیئے تیز تیز
پنجوں کو چلاتا ہوں،
انگلی کے اشارے سے انہیں
باہر کا راستہ دکھلاتا ہوں،مگر
سب کی سب میوزیم میں رکھے
مکان کے ڈھانچے پر
نگاہ ڈالنے کی روادار نہیں،
دیمکوں کا پورا شہر،

بدن پر اگ آیا ہے،

اجالے سونگھتا ہے مگر

اندھیرے کی طرف ہنکایا جا رہا ہے

میں بھونچکا ہو کر، اپنی پرانی دوستوں کو

مدد کے لیے پکارتا ہوں،

میرے مضحکہ خیز چہرے پر کسی کی نظر نہیں ہے،

وہ میوزیم میں رکھی، ممی کی پٹیاں کھول کر،

اسے کھانے میں مصروف ہو گئی ہیں

کوئی میرے اہرام سے،

میرا زائچہ نکال لایا ہے،

انہوں نے وہاں کی دیواروں سے

مصنوعی مکڑیاں اتار لی ہیں،

پرانی عبارتیں پڑھ لی ہیں،

زمانہ قدیم کے آدم کی مشت زنی کی داستان

کونے میں رکھی پتھریلی کنکریوں کا

DNA نکال لیا ہے،

میرے جوتوں کی چر چراہٹ نکال لی ہے،

اس زمانے میں تو یہ سنائی نہیں دیتی تھی

میں تو ہمیشہ سینڈل پہنا کرتا تھا

میرے ماخذ کی تلاش میں، انکے ہاتھ،

میرا گھوڑا آ گیا ہے، انہیں میرے حملوں کی

تیز رفتار افواہیں بھی مل گئی ہیں،

میری تلواروں کی لافانیت کو دوبارہ

تیز دھار کر دیا ہے، وہ مجھے بُری طرح سے

جھنجھوڑ کر، کچھ لمحوں کے لیئے جگانا چاہتے ہیں،

اپنی معلومات وقیاسات کی تصدیق چاہتے ہیں،

تحلیل شدہ زمانوں کے پتھروں کی سلطنتیں،

لافانیت کے زنگ سے زنگ نکال کر،

اپنے انکشافات سے، سنسنی خیزی پیدا کرنا چاہتے ہیں،

تاریخ کی شاہراہ پر، داستانوں کی چال

بکھری پڑی ہے، ناکارہ پتھر، زبان لیئے،

میری زبان کی ترجمانی کرتے ہیں حالانکہ

ایک سادہ پتھر کی زندگی پر افواہیں

جم نہیں پاتیں،

میں ان پتھروں کو اپنے منہ میں

پپولتا ہوں، دیوتاؤں کو

باہر تھوک دیتا ہوں

تم میرے کمرے میں آن کر دیکھو
میں نے رگوں کے دھاگوں سے
ہوا کی پشت پر
ارواح نصب کر رکھی ہیں
وہ ہلارے لیتی ہیں، بھیانک آواز میں
پانچ صدی قبل مسیح کی دھن پر
زبور کا کوئی نغمہ گاتی ہیں
کمرہ، جل کر مر جانے والے فرنیچر کی طرح
مسخ ہے، سیاہ ہے
دیوار پر عیسوی ناور سے چرائی گئی گھڑی
جڑی ہے، جس میں ہر وقت دو بجتے ہیں
بانسوں پر بندھے،
انسانی کھالوں کے پردے
دھوئیں سے لہراتے ہیں،
ان پر اونٹ کی کھال کے روشن سٹیکر لگے ہیں،
یہاں بجھی روشنیوں کے فانوس لٹکتے ہیں
میری سات پشتوں کی چنیدہ مائیں،
ایک دیوار سے دوسری دیوار تک بچھی
کرسیوں پر تصویروں کی مانند، لگی ہیں

ان کی آنکھیں، گہرائی سے برآمد ہوتی
نظر آتی ہیں، جن کے لازوال ڈورے
ان کو بلی کی آنکھوں کا صدقہ سمجھتے ہیں
کمرے میں ایک صندلین پلنگ بچھا ہے جو
میری دوسری ماں کو، فرعون نے جہیز میں دیا تھا
میری تین ہزار سال پرانی ماں کے گھنگھرو
گہری رات میں بج اٹھتے ہیں،
میرے منتخب والدوں کی قطار ہاتھ میں
نیزے لیئے، بدن پر بھبوت ملے،
ماؤں کی عین پشت پر، ایستادہ ہیں
بالکل اسی طرح، جیسے اس دور کا بت تراش
انہیں چھیل کر یہاں کھڑا کر گیا تھا
میرے پلنگ پر، کچھ ننگی، سیاہ عورت نما، عورتیں
مجھے پندرھویں صدی کے جنگجوؤں کا
کشید کردہ خون پیش کرتی ہیں
یہاں آدھی رات میں دھوپ نکلتی ہے
بدنوں پر ملے گئے تیل کو روشن کرتی ہے
ایک نکڑ میں، ایک میز پڑا ہے، جس پر
کھال کے کاغذ پڑے ہیں،

اس کے نازک حصوں کا عملی معائنہ کرنے کا حکم دیتا ہوں

اس کی دوشیزگی کی رپورٹ طلب کرتا ہوں

لیکن میرا وہ خصی باپ

حنوط شدہ ہونے کے سبب

اپنے خشک خون کے ساتھ،

کچھ بھی کرنے سے قاصر ہے.

میرے کمرے کے دبیز قالین پر

باریک سانپ تیرتے پھرتے ہیں،

میں نے انہیں برسوں کی محنت سے پالا ہے

مجھے ان سے ایک لمحے کی جدائی،

برداشت نہیں،

وہ تھوڑے وقفوں سے،

سیاہ فام عورتوں کو چھاتیوں پر ڈستے ہیں،

تاکہ ان کے نشے میں اتار نہ آئے،

یہ سیاہ ڈائنیں، نشے کا کچھ حصہ

اپنے دانتوں کے ذریعے، مجھ میں

انڈیلتی رہتی ہیں،

اس عکسی دربار میں، سابقہ روحوں کے گناہوں کا

جائزہ لیا جاتا ہے،

بوڑھی میاں، ان کے اگلے جنموں کا

میرے حکم نامہ لکھے جانے کا انتظار کرتے ہیں،
ساتھ ہی کچھ خوش خط انگلیاں کاٹ کر،
حنوط شدہ حالت میں رکھی ہیں،
ایک پیلی سیاہی کی دوات دھری ہے، جس میں
موت کے خوف سے پیلا پڑ جانے والوں کا رنگ
کشیدہ حالت میں محفوظ کر لیا گیا ہے
دیکھنے میں یہ ایک ہال کمرہ ہے اور
پلنگ پر میں ہوں، مگر میری صورت
میرے سولہویں باپ سے اخذ کی گئی ہے
ایک طرف آگ کا الاؤ روشن ہے،
یہ آگ، ایک گہرے برتن نما تندور کا پرتو ہے،
جس پر سیخوں میں پروئے انسانی سر،
بھونے جاتے ہیں،
ان سے ٹپکنے والا مواد، شیشے کے بلوریں
برتنوں میں کشید کیا جاتا ہے، جو
بڑے تہوار پر، بڑے لوگوں کی دعوت میں
پیش کیا جائے گا،
میرے روبرو، ایک فاحشہ بلی پیش کی گئی ہے
مجھے اس پر لگے آروب کا یقین نہیں آتا،
میں قطار میں کھڑے، اولین باپ سے

مشاورت کے بعد، فیصلہ کرتی ہیں

سارا عمل، کسی ایکویریم میں تیرتی

مچھلیوں کا نظارا پیش کرتا ہے،

جب یہ عکس، چھت سے لٹکتے،

مہین جالوں سے ٹکراتے ہیں تو

ساز بج اٹھتے ہیں، موسیقی کا تسلسل

منقش زیورات کی طرح، فضا کو، پرنور

روحانی فضا میں تبدیل کر دیتا ہے،

ساری رات کے دربار کے بعد، الصبح

زنگ آلود چابیوں سے، مادر پدر زادوں کو

ایک دن کی رخصت عطا کر دی جاتی ہے،

چڑیلوں کی ارواح کے طواف کا وقت

شروع ہو جاتا ہے،

میں ان کی پرواز کے دوران،

گائے جانے والے اشلوک اور منتر سن کر

اپنا ہاتھ اوپر اٹھاتا ہوں،

طواف زادیوں سے کہتا ہوں،

تتھاس تو، تتھاس تو

تمت بالخیر

مصنف کی تخلیقات

......کمال مطلوب — تحقیقی مضامین
......آگہی — تحقیقی مضامین
......ترغیب — دینی مقالات
......حاجت مطلوب — مجموعہ وظائف
......قرآنی پیشین گوئیاں — قرآن پاک سے
......کیمیاء سعادت — تخلیص
......کشف المحجوب — تخلیص
......کیمیاء ہدائت — تصوف
......حکایات اولیاء — تاریخی ادب
......حکایات صفوریؒ، غزالیؒ — تاریخی ادب
......کسب کمال — دینی مضامین
......گھاس پر لکھی کہانیاں — افسانے
......برف پر لکھی کہانیاں — افسانے
......زمین پر لکھی کہانیاں — افسانے
......مقالات جیلانیؒ — خطبات
......نبیوں کی کہانیاں — کہانیاں

......اپنائیت کا سفر — نثری نظمیں
......منسوخ نیند — نثری نظمیں
......سوچ میں بیٹھے رنگ — نثری نظمیں
......کروسان — نثری نظمیں
......سرخ موسم — نثری نظمیں
......کمہار کے برتن — نثری نظمیں
......سات سطروں کی کہانیاں — نثری نظمیں
......دیوانے کا روزنامچہ — نثری نظمیں
......برف کی قاشیں — نثری نظمیں
......گھنے جسم میں ملاقات — نثری نظمیں
......چڑی کہانیاں — مختصر نظمیں
......نمائندہ امریکی نظمیں — تراجم
......مونوگراف — نثری نظمیں
......بازگشت — طویل نثری نظم
......نیند کا گھر — نثری نظمیں
......لنگڑی کہانی — طویل نثری نظم

آنے والی کتابیں

......آپ ﷺ (سیرت النبی ﷺ)
......ہاتھوں پر لکھی کہانیاں (افسانے)

ملنے کا پتہ

یوشع بکس 69 نشیمن کالونی بوسن روڈ ملتان 061-6512747

شاہد زبیر کی نظمیں تحیر، حسن اور افسردگی سے بارت ہیں۔ یہی تین عناصر اس کے اسلوب کے عناصر ہیں۔ جن کے گرد ان لحن و آہنگ گردش کرتا ہے۔ جو ان کے الفاظ کو ترتیب دیتا ہے۔ شاعری دیتا ہے اور الگ منفرد آواز تشکیل دیتا ہے۔ **ڈاکٹر محمد امین**

شاہد زبیر کی تخلیقی بوچھاڑ کا کوئی انت نہیں مجھے اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اردو ادب میں شاید ہی کسی نے اتنی تیزی سے کام کیا ہو، اس نے بیک وقت روایت سے استفادہ کیا اور اس سے کلی انحراف کرتے ہوئے جدید نثری نظم کو اعتبار بخشا ہے۔ **خالد سعید**

یوں تو آج کے ادبی منظرنامے پر کیا کیا رنگ نظر نہیں آتے لیکن نثری نظم کی چمک دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ شاہد زبیر نے اس چمک میں مزید اضافہ کیا ہے۔ یہ چمک دراصل خود شاہد زبیر کے باطن میں موجود ہے، جو مختلف اصناف میں ظہور کر رہی ہے۔ **خاور اعجاز**

شاہد زبیر اپنی تکنیک اور موضوعات کی بے پناہ تنوع کے حوالے سے اس عہد کا سب سے منفرد لکھاری ہے۔ چیزوں کے دیکھنے کا اس کا زاویہ، اسے ہجوم کا حصہ نہیں بننے دیتا۔ دہرائے ہوئے سچ سے کیسے بچنا ہے، یہ اسے اچھی طرح معلوم ہے اس کی تخلیقی صلاحیت پر رشک ہی کیا جا سکتا ہے کہ وہ اردو میں ایک نئے انداز اور رجحان کا بانی ہے۔ **ساحر شفیق**

باطن کی دنیا سے جھانکتی خواہشات، روحانی تجربے کی بھی غماز ہیں۔ یہی مرتب شعور کی تخلیقی تفہیم بھی، شاہد زبیر کے یہاں موضوعات کی فراوانی ہے۔ اور حیرت انگیز خیالات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ وہ ہر نظم میں کچھ کہنا چاہتے ہیں اور بیشتر نظموں میں کچھ کہہ گزرے ہیں۔ **سائرہ غلام نبی**

شاہد زبیر کی یہ طویل نظم فکر و اظہار پر دو اعتبار سے توجہ طلب تحقیقی رویوں کی حامل ہے کہ اس میں بکھراؤ درحقیقت اپنی ذات کے بکھراؤ کے ساتھ جڑا ہے اور جس طرح پوری نظم میں معنی اپنی وحدت کی تو سرگرداں ہیں اسی طرح شاعر اپنی ذات کی شناخت کا جتن کرتا دکھائی دیتا ہے۔ **ڈاکٹر سید عامر س**

DASTAK PUBLICATIONS
Gulgasht Colony, Goal Bagh, Multan
Cell: 0302 7766622
Email: dastakpublication@yahoo.com

Title: Jawad Joji